پریم ناتھ بزاز

جولائی سنہ ۱۹۰۵ء میں ریاست کشمیر کی راجدھانی سرینگر میں پیدا ہوئے۔ سنہ ۱۹۲۷ء میں پنجاب یونیورسٹی سے ڈگری حاصل کرلی۔ سنہ ۱۹۳۰ء میں کشمیر کی تحریک آزادی میں شریک ہوئے۔ سنہ ۱۹۳۱ء میں کشمیری پنڈتوں کی نمائندہ انجمن کے صدر منتخب ہوئے۔ اسی سال گلانسی کمیشن اور گلانسی ریفارمز کانفرنس کے ممبر چن لئے گئے۔ سنہ ۱۹۳۸ء میں چھ ماہ کے لئے اور سنہ ۱۹۴۷ء میں تین سال کیلئے قید ہوئے۔ سنہ ۱۹۵۰ء میں جلاوطن کئے گئے۔ آجکل دہلی میں مقیم ہیں۔

کشمیر نیشنل کانفرنس سنہ ۱۹۳۹ء میں آپکی کوششوں سے قائم ہوئی۔ اور تقریباً دو سال تک اسکی ورکنگ کمیٹی کے ممبر اور خزانچی رہے لیکن سنہ ۱۹۴۱ء میں چند بنیادی اختلافات کی وجہ سے آپنے اس انجمن سے کنارہ کشی اختیار کی۔ سنہ ۱۹۴۲ء میں کشمیر سوشلسٹ پارٹی کی بنیاد ڈالی۔ اور مئی سنہ ۱۹۴۶ء میں کشمیر کے کسانوں اور مزدوروں کی جو تاریخی اور عظیم الشان کانفرنس کابامرگ میں منعقد ہوئی تھی۔ اسمیں آپنے اہم پارٹ ادا کیا۔ سنہ ۱۹۴۳ء میں ریاست کے اخبار نویسوں نے آپکو آل جموں و کشمیر پریس کانفرنس کا صدر منتخب کیا

سنہ ۱۹۳۱ء میں کشمیر کا پہلا اخبار روزنامہ "وتستا" جاری کیا۔ اور سنہ ۱۹۳۵ء میں "ہمدرد" اخبار نکالا

شاعرِ انسانیت

پریم ناتھ بزاز

شاعر انسانیت

عبدالاحد ڈار آزاد کاشمیری

ماسٹر ناجی - لیہ

نومبر ۵۵ء

حالی پبلشنگ ہاؤس دہلی

مطبوعہ یونین پرنٹنگ پریس۔ دہلی

ستمبر ۱۹۵۲ء

بار اول ۱۰۰۰

قیمت ایک روپیہ بارہ آنے

فہرست

صفحہ

دیباچہ

عبدالاحد ڈار آزاد سے میری پہلی ملاقات ۱۹۴۲ء کے موسم خزاں میں ہوئی جب ہم دونوں سری پرتاب کالج ہال سے کشمیری زبان کے ایک مشاعرہ میں شرکت کرنیکے بعد نکل رہے تھے۔ میں نے اس وقت تک آزاد کی صرف چند ایک نظمیں اور غزلیں پڑھی تھیں۔ جو انھوں نے ہمدرد میں شائع کرنے کے لئے ایک دوست کی معرفت بھیجی تھیں۔ یہ دوست بھی اس مشاعرہ میں شریک ہونے کے لئے آئے ہوئے تھے۔ انھوں نے ہی ہمارا ایک دوسرے سے تعارف کرایا تھا۔

میری اور آزاد کی یہ پہلی ملاقات صرف چند منٹ تک رہی لیکن اس تھوڑی سی مدت میں ہم ایک دوسرے کو اچھی طرح پہچان گئے۔ دوسرے ہی روز وہ مجھ سے ملنے کے لئے میرے مکان پر تشریف لائے اور کافی دیر تک تبادلہ خیالات کرتے رہے۔

آزاد ایک اسکول میں ماسٹر تھے وہ جب بھی سرینگر آتے مجھ سے ملاقات

کیئے بغیر واپس نہ لوٹتے - بسا اوقات تو وہ صرف ملاقات ہی کے لئے سرینگر آتے تھے - کشمیر کی جنگ آزادی میں ہم دونوں ایک دوسرے کے ساتھی تھے لیکن فرق صرف اتنا تھا کہ وہ اپنے انقلابی خیالات کو نظموں اور گیتوں کی شکل میں قوم کے سامنے پیش کرتے تھے اور میں ان عقائد و خیالات کو نثر میں ظاہر کرنے کی کوشش کرتا تھا - مجھے اب بھی یاد ہے کہ جب انہوں نے اپنی غیر فانی نظم "دریاؤ" شائع ہونے سے قبل مجھے سنائی تھی تو مجھ پر ایک عجیب سی کیفیت طاری ہوگئی تھی اور اس کا اثر میرے دل پر عرصہ تک باقی رہا تھا - آج بھی جب میں اس نظم کو پڑھتا ہوں تو حیران رہ جاتا ہوں کہ اس دائم المریض انسان نے ایسے غیر فانی اشعار کیسے کہے تھے -

کشمیر کے شعراء میں آزاد کا کیا درجہ ہے اس کا صحیح فیصلہ تو نقادان فن ہی کرسکتے ہیں - میرا اپنا خیال یہ ہے کہ آزاد ہمارے وطن کے دور حاضرہ کے بہت بڑے مفکر اور انقلابی شاعر تھے جنہوں نے اپنے کلام سے عوام کی صحیح رہنمائی کی مجھے افسوس ہے کہ کشمیری خصوصاً تعلیم یافتہ طبقہ کو آزاد کی شاعری اور خیالات سے اتنی واقفیت نہیں جتنی کہ ہونی چاہیئے تھی - اس کی ذمہ داری کسی حد تک آزاد پر بھی ہے کیونکہ وہ خاموش اور سنجیدہ انسان تھے اور اپنے عقائد و خیالات کی نشر و اشاعت سے بہت گریز کرتے تھے - یہی وجہ ہے کہ ان کی شاعری اور دیگر تصانیف کا ایک بہت بڑا ذخیرہ ان کی زندگی میں شائع نہ ہوسکا -

آزاد چالیس سال کی عمر میں قبل از وقت موت کا شکار ہوئے وہ اپنڈ یسائٹس کے مرض میں مبتلا تھے - غربت نے ان کو سرکاری ہسپتال میں داخل ہونے پر مجبور کر دیا جہاں ان کا آپریشن کیا گیا - آپریشن تو کامیاب رہا لیکن سرکاری ہسپتال کے

کارندوں کی غفلت کی وجہ سے زخم زہر آلود ہو گیا اور وہ جانبر نہ ہو سکے۔

آزاد کے انتقال کے وقت میں کٹھوعہ جیل میں مقید تھا۔ اس عظیم حادثہ کی خبر نے مجھے بہت صدمہ پہنچایا۔ کچھ دنوں بعد جب ذرا سکون حاصل ہوا تو میں نے آزاد کی شاعری پر ایک کتاب مرتب کرنے کا ارادہ کیا اور اس سلسلہ میں نیشنلسٹ حکومت سے اجازت مانگی لیکن حکومت نے اس کی اجازت نہ دی اور میرا یہ ارادہ شرمندہ تکمیل نہ ہو سکا۔

آزاد صرف شاعر ہی نہیں تھے بلکہ صحیح معنی میں ایک ریسیرچ اسکالر بھی تھے۔ انھوں نے کشمیری زبان کے تمام گذشتہ شعراء کی سوانح حیات اور کلام کو جمع کرنے کے لئے کشمیر کا چپہ چپہ چھان مارا۔ غربت اور دائمی بیماری کا شکار رہنے کے باوجود اپنی آمدنی کا بہت بڑا حصہ اس اہم کام پر صرف کر دیا اور تقریباً دو ہزار صفحات کی ایک کتاب مرتب کر ڈالی جو ابھی تک زیور طباعت سے آراستہ نہ ہو سکی۔ ہاں اس کا کچھ حصہ جریدہ ہمدرد میں شائع ہو چکا ہے جس سے اس کتاب کی اہمیت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

آزاد نے اس ریسیرچ کے ساتھ ساتھ لاتعداد نظمیں اور غزلیں بھی کہی ہیں ان میں سے چند ایک کافی طویل ہیں۔ نظموں کے علاوہ کچھ نثر بھی لکھی ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ ان کی نگارشات ابھی تک عوام کے سامنے پورے طور پر نہیں آسکیں۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ اب جیل سے رہائی پانے کے بعد میں آزاد کے تمام کلام اور تصانیف کو شائع کرنے کا قومی کام انجام بھی دے سکوں گا یا نہیں کیونکہ یہ کام چند دنوں یا ہفتوں کا نہیں بلکہ اس پر سالہا سال تک محنت کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ کتابچہ اس سلسلہ کی پہلی کڑی ہے اس سے

آپ کو آزاد کی شخصیت سمجھنے میں کچھ مدد ضرور ملے گی۔

میرا یہ دعویٰ نہیں کہ میں نے آزاد کی شخصیت کو پورے طور پر اجاگر کر دکھایا ہے لیکن ہاں اتنا ضرور کہہ سکتا ہوں کہ اس کتابچے سے اس انقلابی شاعر کی شخصیت کو سمجھنے میں تھوڑی بہت مدد ضرور ملے گی۔ اس کی شخصیت پورے طور پر اسی وقت سامنے آئے گی جب اس کی تمام تصانیف زیور طباعت سے آراستہ ہو کر قوم کے سامنے آئیں گی۔ میرا مقصد صرف اس قدر ہے کہ کشمیریوں اور غیر کشمیریوں کو آزاد سے متعارف کرا سکوں۔ اگر اس کتابچہ کی اشاعت سے کشمیر کے نوجوان تعلیم یافتہ طبقہ کو اس عظیم شخصیت کی طرف متوجہ کرا سکا تو میں اپنی اس کوشش کو کامیاب سمجھوں گا ؛

پریم ناتھ بزاز
یکم دسمبر ۱۹۵۸ء نئی دہلی

کشمیری زبان اور اسکے شعراء

زمانہ قدیم میں کشمیر میں کونسی زبان بولی جاتی تھی۔ اس مسئلہ پر محققین کی مختلف رائیں ہیں۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ ہندوستان کے دوسرے حصوں کی طرح خطۂ کشمیر میں بھی عوام سنسکرت زبان بولا کرتے تھے۔ زمانہ کی تبدیلیوں کے ساتھ ساتھ یہ زبان بگڑ کر پراکرت بن گئی اور اس کے بعد اس نے موجودہ کشمیری زبان کی صورت اختیار کر لی لیکن کچھ لوگ اس رائے کو تسلیم نہیں کرتے۔ ان کا خیال ہے کہ یہ زبان گو ان آدمیوں کی ہی زبان ہے جو وسط ایشیا سے چل کر ہندوستان، ایران اور یورپ میں آباد ہوئے لیکن یہ زبان درحقیقت آریوں کی اس گروہ کی زبان ہے جس نے علاقہ دردستان میں بودوباش اختیار کر لی تھی اس لئے کشمیری زبان کا رشتہ ان زبانوں کے ساتھ ہے جو کوہ ہندوکش کے دامن میں بسنے والی قوموں میں بولی جاتی تھیں نہ کہ سنسکرت کے ساتھ۔ گو دونوں زبانوں کا منبع ایک ہے لیکن کشمیری اور سنسکرت ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ کشمیری اور سنسکرت میں اسی قدر یکسانیت

ہے جتنی کشمیری اور ایرانی زبان ہیں۔ بہر حال حقیقت جو کچھ بھی ہو تاریخی واقعات کی بنا پر اتنا تو کہا ہی جا سکتا ہے کہ جو زبان آج کل وادی کشمیر میں بولی جاتی ہے وہ کم از کم سات سو سال سے مروج ہے کیونکہ اس لمبے عرصہ میں جو کتابیں وقتاً فوقتاً لکھی گئی ہیں ان میں یکسانیت پائی جاتی ہے۔ ہاں اتنا صحیح ہے کہ آج کل کی زبان سات سو سال قبل کی زبان سے بہت مختلف ہے۔ اُس وقت کی زبان میں سنسکرت کے الفاظ زیادہ ملتے ہیں اور اب اس میں فارسی، عربی، پشتو، پنجابی، ڈوگری اور انگریزی کے الفاظ بھی کافی تعداد میں پائے جاتے ہیں۔

کشمیری زبان کا ادبی ذخیرہ بہت وسیع ہے لیکن تقریباً سارے کا سارا لٹریچر منظوم شکل میں ملتا ہے۔ نثر میں بہت کم۔ کشمیری ادب کو چار دوروں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

پہلا دور

شتی کنٹھ سے شیخ نورالدین تک

دوسرا دور

حبہ خاتون سے ارنی مالی تک

تیسرا دور

محمود گامی سے شروع ہو کر وہاب پرے پر ختم ہو جاتا ہے۔

چوتھا دور

یعنی موجودہ دور جو مہجور سے شروع ہوتا ہے۔

کشمیری زبان کی پہلی کتاب جو اس وقت تک ملتی ہے اور جسے حکومت کشمیر

کے محکمہ ریسرچ نے شائع کیا ہے تیرھویں صدی عیسوی میں راجانک شتی کنٹھ نے لکھی تھی۔ اس کا نام مہانئے پرکاش ہے۔ لیکن سر جارج گریرسن کا خیال ہے کہ للہ عارفہ کی شاعری سب سے پرانی ہے۔ یہ عابدہ سلطان علاؤ الدین کے عہد حکومت میں (سنہ ۱۳۵۰ - ۹۰) انتہائی کمال کو پہنچ چکی تھیں۔ شیخ نور الدین (نندہ ریشی) للہ عارفہ کے ہم عصر تھے اور کشمیر میں بہت بزرگ تسلیم کئے جاتے ہیں۔ دونوں کے عقاید اور فلسفہ حیات کشمیری زبان میں شائع ہو چکے ہیں۔ ان کتابوں کے نام بالترتیب للہ واک اور نور نامہ ہیں۔

سلطان زین العابدین (بڈشاہ) کے عہد حکومت میں سوم بٹ نے بادشاہ کی زندگی کے واقعات کشمیری زبان میں لکھے۔ اس کتاب کا نام "زینہ چرت" ہے اسی زمانہ میں ایک اور کشمیری یودھ بٹ نے زینہ ولاس نامی ایک ڈرامہ لکھا جس میں بڈشاہ کی زندگی کا ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے۔

سلطان زین العابدین کے بعد ڈوگروں کے زمانے تک کشمیری ادب نے بہت کافی ترقی کی اور اس زبان میں کافی کتابیں لکھی گئیں۔ اس دور کے مشہور شعرا اور ان کی قابل ذکر تصانیف یہ ہیں۔

۱۔ صاحب کول

کرشن اوتار۔ جنم چرت

۲۔ محمود گامی ساکن موضع اردوری (دیری ناگ)

یوسف زلیخا۔ لیلی مجنوں۔ شیریں خسرو۔ ہارون الرشید۔ پنج گنج۔

۳- نندہ رام جو پرمانند کے نام سے مشہور ہیں۔ ساکن مٹن

سداماں چرت - رادھا سوئمبر - شولگن۔

۴- مقبول شاہ کرالہ واری

گلریز - گریست نامہ - پیر نامہ - ملہ نامہ - بہار نامہ۔

منصور نامہ - ایوب نامہ -

۵- رسول میر ساکن شاہ آباد

کلیات رسول

۶- وہاب پرے - ساکن ہاجن

شاہنامہ فردوسی - اکبر نامہ - ہفت قصہ مکر زن - قصہ چہار درویش۔

قصہ نونہال گلبدن - قصہ بہرام گور - خلافت نامہ۔

۷- لکشمن جو - ساکن ناگام

نظمیں

۸- پرکاش رام

رام اوتار چرت - لوکشن چرت

۹- اسد پرے

کلیات اسد

۱۰- رمضان بٹ

اکہ نندن

۱۱- کرشن داس - ساکن ونپوہ

راس لیلا - شولگن

اس دور میں بھی چند ایک عورتوں نے کشمیری ادب کی ترقی میں خاصہ حصہ لیا ہے۔ ان میں تین شاعرہ قابل ذکر ہیں۔

۱۔ روپہ بھوانی جس نے سترھویں صدی کے آخر میں شہرت پائی۔ اس عارفہ کے کلام کو آج کل بھی کشمیری پنڈت گھرانوں میں بڑے چاؤ اور عقیدت سے پڑھا جاتا ہے۔

۲۔ دوسری نامور دہقان زادی حبہ خاتون ہے جو اپنی قابلیت اور ہنرمندی کی بدولت سلطان یوسف شاہ چک (۸۶-۱۵۸۹ء) کی ملکہ بن گئی تھی۔

۳۔ ارنی مال کا چرو اس دور کی تیسری نامور شاعرہ ہے۔ جس کی عشقیہ غزلیں اور محبت بھری نظمیں آج بھی ہر گھر میں گائی جاتی ہیں۔

ادبی لحاظ سے اس دور کے کشمیری شعرا کا کلام بعض اوقات بہت بلند رہا ہے لیکن ان کے تخیل کا دائرہ زیادہ وسیع نہیں تھا اور یہ اُن حدود سے باہر نہیں جا سکتے تھے جو فارسی اور سنسکرت نے پہلے ہی متعین کر رکھی تھیں۔ حمد و ثنا، گل و بلبل، عشق و پیام یا زیادہ سے زیادہ ہجو ان کے عموماً موضوع ہوا کرتے تھے ان کے علاوہ وہ بہت کم کسی دوسرے موضوع پر کچھ کہنا جانتے تھے یا کہہ سکتے تھے۔

کشمیری ادب میں محبت عورت سے شروع ہوتی ہے۔ مرد سے نہیں، جس طرح دوسرے ادبوں میں عورت ہی محبت سے بے قرار ہو کر مرد کو یاد کرتی ہے اور اس پر اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لئے تیار ہو جاتی ہے۔ کچھ مدت کے بعد مرد اس کا جواب دیتا ہے۔ لیکن یہ محض دھوکہ ہوتا ہے۔ کچھ دنوں کے لئے

مرد عورت کے ساتھ رہتا ہے لیکن پھر دوسری عورت سے دوستی کر لیتا ہے اور پہلی عورت کو چھوڑ دیتا ہے۔ پھر بھی وہ عورت نئی سوکن کے طعنے سہتے ہوئے اس مرد کی وفادار رہتی ہے۔ یہی کشمیری شاعری کا عام موضوع ہے۔

کشمیری شاعری کا کافی حصہ خدا پرستی اور تصوف پر مشتمل ہے۔ ان شاعروں نے اس بات پر زیادہ زور دیا ہے کہ تمام مذہبوں کا خدا ایک ہے۔ رام اور رحیم ایک ذات کے دو نام ہیں۔ کعبہ کا اللہ، مندر کے بھگوان سے مختلف نہیں۔ آدم کے دو بیٹے تھے ایک نے قبر کو اپنایا اور دوسرے نے شمشان کو۔

شاعروں نے انسانیت اور انسانی روح کو برترین قرار دیا ہے جس کے سامنے فرشتے بھی جھکنے پر مجبور ہیں۔ خدا اور عقبے کو تسلیم کرتے ہوئے بھی اس دنیا کو سچا تصور کیا گیا ہے جو اللہ کا بنایا ہوا ہے اور جہاں انسان بلند سے بلند منزل تک پہنچ سکتا ہے۔

عشقیہ غزلوں میں ہی مال اور ناگرائے یا لولر اور ہمبر کبھی نہ مٹنے والے عاشق و معشوق کے نام ہے۔

اس دور کے کشمیری شعرا نے مجلسی ناانصافی کے خلاف بھی کچھ نہ کچھ ضرور لکھا ہے لیکن وہ سیاسی ظلم یا اجنبی حکومت اور اس کی چیرہ دستیوں کے خلاف کوئی حرف شکایت زبان پر نہیں لائے۔

کشمیری ادب کا نیا دور تقریباً ۱۹۳۰ء سے شروع ہوتا ہے۔ جب واقعات عالم کے زیر اثر عموماً اور ہندوستانی تحریک حریت کی وجہ سے خصوصاً کشمیریوں نے بھی کروٹ لینی شروع کر دی اور اس پسماندہ ملک میں بھی ترقی و بیداری کے آثار پیدا ہونے لگے۔ ان بیس سال میں کشمیری شاعری نے حیرت انگیز ترقی کی ہے۔

بلاخوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ کشمیری ادب میں اس وقت ایسے بھی شہ پارے موجود ہیں جن میں تخیل کی بلندی، قدرتی مناظر کی رنگین بیانی، فلسفۂ حیات کی گہرائی دوسری زبان کے شاعروں کے مقابلہ میں کم نہیں پائی جاتی ہیں۔

موجودہ دور کے نامور شعرا میں غلام احمد مہجور، عبدالاحد ڈار آزاد، ماسٹر زندہ کول۔ نندہ لال کول نتھا، دیارام گنجو، غلام حسین بیگ عارف، عبدالستار عاصی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

بہت کافی عرصہ تک سیاسی غلامی میں رہنے کی وجہ سے کشمیری آج تک بھی اپنی زبان کو سائنٹیفک طریقہ سے سنوار نہیں سکے۔ اجنبی حکومت کی بے توجہی، غفلت، بلکہ مخالفت کی وجہ سے اس زبان کی ابتدائی کتابیں تک موجود نہیں ہیں۔ اگرچہ اس زبان میں لٹریچر کافی ہے لیکن اس کی کوئی باضابطہ تعلیم نہیں دی جاتی تھی۔ سرکاری یا غیر سرکاری مدرسوں میں اس کو پڑھایا نہیں جاتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ نثر میں کافی کتابیں موجود نہیں۔ جو کچھ لکھا گیا ہے یا آج کل بھی لکھا جاتا ہے۔ نظم کی صورت میں ہی۔ ایسا نہیں کہ نثر میں لکھنے یا ابتدائی کتابیں بنانے کی کوشش ہی نہیں کی گئی۔ چند محب وطن اور بلند حوصلہ نوجوانوں نے وقتاً فوقتاً ایسی کوششیں ضرور کی ہیں۔ پروفیسر سری کنٹھ توشہ خانی نے کشمیری زبان کی چند اضافتیں ایجاد کر کے دیوناگری رسم خط میں پانچ ابتدائی ریڈرس تیار کی تھیں جن کو وومن ویلفیر ٹرسٹ نے شائع کر کے اپنے زنانہ اسکول میں رائج بھی کر دیا تھا۔ ایک مسلم نوجوان مسٹر محمد امین کامل نے فارسی رسم خط میں کشمیری زبان کا پہلا ہفتہ وار اخبار "گاش" بھی نکالا۔ اس کے علاوہ سرینگر کے چند سرکردہ جریدے بھی کشمیری زبان کے لئے اپنا کچھ حصہ وقف کرتے رہے لیکن

جب تک پسماندہ ملکوں میں حکومت کی امداد شامل حال نہ ہو ایسی تحریکوں کا بارآور ہونا مشکل ہو جاتا ہے۔ غیر ملکی مددگاروں نے کبھی اس کام میں دلچسپی نہیں دکھائی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ یہ تحریکیں مدھم پڑ گئیں اور ان میں وہ زور نہ آسکا جس کی یہ حقدار تھیں۔

بہر حال کشمیر شعرا کو یہ رکاوٹیں پیچھے نہ ہٹا سکیں اور وہ روز بروز ترقی کرتے گئے۔ قومی بیداری کے ان بیس سالوں میں وادی کشمیر کے اندر تقریباً پچاس شاعر پیدا ہوئے جنہوں نے اپنے کلام سے کشمیری ادب کو بہت مالدار بنا دیا۔ ان سب میں جن چند کو نمایاں جگہ مل سکتی ہے اُن میں پیش پیش عبدالاحد ڈار آزاد کی ذات ہے جس نے پرانی بندشوں اور روایات سے بلند ہو کر اپنے کلام سے کشمیری زبان کو موجودہ دنیا کی ترقی یافتہ زبانوں کی صف میں لا کھڑا کیا۔

عبدالاحد ڈار آزاد تحصیل بڈگام کے موضع رانگر کا ایک باشندہ تھا۔ ڈار وادی کشمیر کے قدیمی باشندوں کے ایک فرقے کی ذات ہے جن کو صدیوں قبل ڈامر کہا کرتے تھے اور جس کا کلہن پنڈت۔ جونراج سری ور اور پراجیہ بٹ نے اپنی اپنی کتابوں میں کئی جگہ ذکر کیا ہے۔ یہ سب کتابیں کشمیر کی تاریخ پر لکھی گئی ہیں۔ آزاد کے والدین خوشحال نہ تھے بلکہ غریب کاشتکار طبقہ سے تعلق رکھتے تھے۔ اس لئے آزاد کو اعلیٰ تعلیم نصیب نہ ہوئی۔ بچپن میں اُن کے والدین نے انھیں قرآن پڑھایا اور قدرے عربی کی تعلیم دی۔ اس کے علاوہ انھوں نے والد سے ہی تصوف بھی سیکھا دونوں باپ بیٹے مولانا روم کی غزلیات خوش الحانی سے گایا کرتے تھے۔

۱۹۱۵ء میں آزاد کی خوش نصیبی سے ان کے بڑے بھائی نے رانگر میں ایک مکتب قائم کیا۔ جہاں بچوں کو فارسی اور عربی کی تعلیم دی جاتی تھی۔ آزاد نے بھی اس

مکتب میں تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد انھوں نے خود اُردو پڑھی اور کافی مطالعہ کیا۔ عبدالاحد فارسی اور اُردو دونوں زبانوں سے بخوبی واقف تھے۔ لیکن انگریزی سے ہمیشہ ناآشنا رہے۔ اس کے باوجود ان کو دورِ جدید کی سماجی، تمدنی، سیاسی اور اقتصادی تحریکوں کی نسبت بہت کافی معلومات تھیں جس نے ان کے پیدایشی انقلابی خیالات کو چمکا دیا تھا۔ یہ اُن کے کلام سے بخوبی ظاہر ہوتا ہے۔

آزاد عمر بھر غریب رہے۔ وہ مرتے دم تک سرکاری محکمہ تعلیم کے ایک معمولی اُستاد تھے اور ایک دیہات میں پرائمری جماعتوں کے طلبہ کو پڑھاتے تھے۔ لیکن اس غربت یا معمولی پوزیشن نے اُن کے خیالات کی بلندی کو کبھی نیچے نہیں آنے دیا بلکہ اس حالت میں بھی وہ سماج اور وطن کے انقلاب کی شاندار تصویریں دیکھتے رہے اور ان کو نظموں میں پیش کرتے رہے۔

قدیم کشمیری شاعری کی روایات کی پیروی کرتے ہوئے عبدالاحد آزاد نے اپنی زندگی کے ابتدائی حصہ میں عشقیہ غزلیں، گل و بلبل کی داستانیں، حمد و ثنا اور تصوف سے بھری نظمیں لکھی ہیں لیکن ان میں بھی پرواز کی بلندی کی وہ جھلک موجود ہے جو ان کی شاعری کا طرۂ امتیاز ہے

آزاد کی روحانی زندگی نے پہلی کروٹ اس وقت لی جبکہ ان کا اکلوتا بیٹا فوت ہوا یہ اُن دنوں کی بات ہے جب وہ ترال میں سکول ماسٹر تھے اور ہر روز شاہ ہمدان کی زیارت میں کافی وقت عبادت میں گذارا کرتے تھے۔ اس زمانہ میں اُن کا تخلص جانباز تھا۔ جب بار بار کی التجاؤں کے باوجود اُن کا لڑکا بیماری سے جانبر نہ ہو سکا تو آزاد کے دل کو چوٹ لگی۔ انھوں نے اپنا تخلص جانباز سے آزاد رکھا اور پھر

انھوں نے اپنے عقائد پر سنجیدگی سے غور کیا۔

۱۹۳۱ء میں خوابیدہ کشمیر نے کروٹ لی اور شاعر کے ہموطنوں نے آزادی کے لئے ہاتھ پاؤں مارنے شروع کر دیئے تو آزاد اس حرکت اور جوش و خروش سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ خاص کر جب چند سالوں کے بعد اس تحریک میں حقیقی انقلاب پروری کے نشانات نمودار ہونے لگے تو شاعر کی حریت پرستانہ طبیعت بھی ابھر آئی اور انھوں نے نہ صرف عوام کے دلی جذبات کو ابھارا بلکہ قومی تحریک کی رہنمائی بھی کی۔

آزاد نے اپنی چالیس سال کی مختصر عمر میں بہت کچھ لکھا ہے۔ نظم میں بھی اور نثر میں بھی۔ نثر تمام کی تمام اردو ہے۔ ہم اس وقت ان کی شاعری کو ہی زیر بحث لانا چاہتے ہیں۔ نثر کو نہیں۔ شاعری میں بھی ہم اس حصہ کو نظر انداز کرتے ہیں جو ان کی ابتدائی زندگی سے متعلق ہیں۔ جبکہ وہ قومی مسائل اور سماجی سوالات کی طرف زیادہ دھیان نہیں دیتے تھے۔ آزاد کی شاعری کا بیشتر حصہ ابھی شائع نہیں ہوا ہے لیکن جو کچھ اس وقت تک پبلک کی نظروں سے گذر چکا ہے اتنا ہی ہماری تنقید کا موضوع بھی ہے۔

انسانیت کا علمبردار

آزاد انسانیت کا علمبردار ہے۔ اس کی رائے میں انسانی زندگی کا مقصد اعلیٰ صرف یہ ہے کہ انسان انسان بننا سیکھ جائے وہ کسی خاص دین دھرم یا مذہب کا قائل نہیں۔ اُس کو اس کا افسوس ہے کہ موجودہ سماج کو جو تعلیم دی جاتی ہے اور اس میں جن عقائد کا پرچار ہوتا ہے اُن سے انسانیت نہیں پھیلتی۔ کہتا ہے:۔

گاٹہ جاراہ آزہ مادمہ ڈا ٹھاٹلن پھیر پھیر
وائے نتہ انسان بنہٕ ننگ امتحاناہ آسہ ہے

[ترجمہ میں نے سکولوں میں جا جا کر دانشمندی کو آزمایا۔ کاش وہاں انسان بننے کا امتحان لیا جاتا ہو۔]

اپنے اشعار میں جا بجا آزاد نے یہی شکایت کی ہے کہ انسان سے انسانیت مفقود ہو چکی ہے اور اس کے اعمال انسانیت کے اصولوں کے مطابق نہیں۔ لکھتا ہے :۔

ژہ اوسک گاٹہ جارک تور لوگت نار انسانو
کرت انسانیت بدنام ہا بے عار انسانو

(ترجمہ۔ تُو تو دانشمندی کا نور تھا۔ لیکن اے انسان۔ تو نے اپنے آپ کو (نقصان پہنچانے والی) آگ بنایا۔ اے بے شرم انسان تو نے انسانیت کو بدنام کر دیا)

آزاد کو انسان کا جو سب سے گرا ہوا فعل دکھائی دیتا ہے وہ آپس کا تفرقہ ہے۔ انسان سے انسان کی دشمنی ہے۔ کہتا ہے :۔

کنوی آدم کنوی عالم نس سیت ماز مازس نم
یہ کم ترودئ دلس اندر دوئ ہند نار انسانو

(ترجمہ۔ ایک ہی انسان ہے ایک ہی عالم۔ کائنات کی تمام چیزیں ایک دوسرے سے اس طرح وابستہ ہیں جیسے ناخُن کے ساتھ گوشت۔ اے انسان یہ تفرقہ کی آگ تیرے دل میں پھر کس نے ڈال ڈی۔)

محبت باگرادن کیوت کر یونکھ قدرتن پیدا
ژہ لوگت دین وایمانس کرُن بایار انسانو

(ترجمہ۔ اے انسان تجھ کو تو قدرت نے (تمام جانداروں میں) محبت پیدا کرنے بانٹنے کے لئے پیدا کیا تھا لیکن تو نے دین و ایمان کا بیوپار شروع کر دیا (اور ان کے نام پر تفرقہ اور دشمنی پھیلادی)

بنیوک دھرمک تہ دینک تھم نہ دینُک غم نہ دھرمُک غم
کران انسانیت ماتم وچھت چان کار انسانو

(ترجمہ۔ تم (بزعم خود) دھرم اور دین کے ستون بن گئے۔ لیکن (حقیقت یہ ہے)

کہ نہ تو تمہیں دین کا غم ہے نہ دھرم کا۔ تمہارے اعمال دیکھ کر انسانیت ماتم کر رہی ہے۔

آزاد کی نگاہ میں اس انسان نے اپنی زندگی کا مقصد پالیا جو بلا تمیز مذہب و ملت ورنگ ونسل تمام انسانوں کو ایک ہی نظر سے دیکھتا ہے۔ اُن سے محبت کرتا ہے ان کی مظلومیت کو مٹاتا ہے۔ خود بھی آزاد رہتا ہے اور ان کو بھی مکمل طور پر آزاد دیکھنا چاہتا ہے۔ اُس کی نظموں میں کونر (اتحاد و ایکتا) لول (محبت)، درد (ہمدردی) اور آزادی انسانیت کی نشانیاں ہیں۔ اس کا عقیدہ ہے کہ جب انسان میں یہ وصف پائے جائیں اس کا جنم سپھل ہے کیونکہ وہ صحیح معنوں میں انسان ہے۔

آزاد کا فلسفہ ہے کہ انسان قدرت کی ایک پیداوار ہے۔ اس لئے سچا انسان بننے کے لئے ہم کو چاہیئے کہ ہم اس قدرت کے قانون کے مطابق اپنی زندگی بنائیں اس قانون میں بھی وہ ہر جگہ یہی کونر۔ لول۔ درد اور آزادی کے سبق دیکھتا ہے۔ چنانچہ پاں ژادر (آبشار) سے مخاطب ہو کر وہ کہتا ہے:۔

چانِ آلوچھ لولک ساز　　　چوں صدا کونرچ آداز

(ترجمہ۔ تمہاری پکار میں لول (محبت) کا راز ہے اور تمہاری صدا میں ایکتا کی آواز ہے۔

دارہ ونتم ژہ آیکھ کتے　　　چھوس بہ زانان آسہ نتے

بندہ برداری تہ انسر سئے

روزی دماہ پاں ژادر بئے

(ترجمہ۔ مجھے اچھی طرح بتادے کہ تو کہاں سے آئی۔ میں جانتا ہوں کہ وہاں نہ تو نوکر کا مرتبہ ہوگا نہ انسر کا۔ وہاں مساوات کا راج ہوگا۔ او آبشار ایک لمحہ کے لئے

ذرا ٹھہر تو جا ۔]

یتہ آسن نہ یونہ تہ مالہ   کفر و ینگ کینہ ملالہ

نہ امیری نہ گدا گرئے

روزی دماہ پاں ژامئے

[ترجمہ ۔ وہاں جنیوا وسالا ر ہندو اور مسلمان کے تفرقے] نہیں ہوں گے ۔ وہاں کفر اور دین کی باہمی شکر رنجیاں ، ناپود ہونگی ۔ نہ وہاں امیری اور غریبی کا فرق ہوگا ۔ او ۔ آبشار ذرا ایک لمحہ کے لئے ٹھہر تو جا]

قدرت کے مشاہدہ سے آزاد کو سیاسی یکسانیت کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوتی بلکہ وہ مذہبی تفریق کو بھی غیر قدرتی سمجھتا ہے ۔ چاند ، سورج ، چراغ اور شمع ہر ایک کے لئے یکساں اور مساوی روشنی مہیا کرتے ہیں ۔ شمع پکار پکار کر کہتی ہے :۔

یمہ یکسا مکہ مالہ میدانہ   کُس پُنُن کُس چھو بیگانہ میون

یتھ یہ ہند تہ تتھ مسلمانہ   گوش تھاو بوز افسانہ میون

[ترجمہ ۔ اس مساوات کی دنیا میں میرا اپنا کون ہے اور بیگانہ کون ۔ جیسا میرے سامنے ہندو ہے ۔ ویسا ہی مسلمان ہیں دونوں کو برابر روشنی مہیا کرتی ہوں کان کھول کر میری کہانی سُن لو ۔]

اپنے وطن کے دریا ویتھ (جہلم) کی زندگی میں بھی آزاد قربانی اور اتحاد کو دیکھتا ہے ویتھ سے مخاطب ہو کر کہتا ہے ۔

گیان دِنے پُنُن آگرئے   تھہ سودرس لوئیت پان

بلہ ژارکہ ناد کر گرئے

سندرئے بوزی میان نار

[ترجمہ جب تجھ کو اپنے منبع نے گیان دیا تو تو نے اپنے آپ کو سمندر میں ڈبو دیا (مطلب یہ ہے کہ سچا گیان اپنے آپ کو دوسروں کے لئے قربان کرنے میں ہے) اس کے ساتھ ہی تو نے دنیا کو ایکتا کا پیغام دیا (اشارہ معاون ندی نالوں کو اپنے ساتھ ملانے کی طرف ہے) اے سندری میری بھی آہ و زاری سُن]

"گوڈر" اور "لول" آزاد کو انسانوں میں ذرہ بھر بھی فرق دیکھنے نہیں دیتے۔ وہ ہر جگہ ہر انسان میں اپنے آپ ہی کو پاتا ہے۔

کو تر کس باغس پھولم گُل چھوس وچھان لولک بہار
کُس مہ دشمن دوست وہ کس کُس پنن بیگانہ میون

[ترجمہ میرے ایکتا کے باغ میں پھول کھلے ہوئے ہیں اور میں لول (محبت) کی بہار دیکھ رہا ہوں۔ کون میرا دوست ہے اور کون دشمن۔ کون اپنا ہے اور کون بیگانہ؟]

آزاد کسی انسان کو اپنا دشمن ماننے کے لئے تیار نہیں۔ وہ ہر ایک انسان کو اپنا بھائی اور دوست سمجھتا ہے دشمن نہیں۔ چاہے کوئی انسان اس سے دشمنی ہی کیوں نہ کرے لیکن وہ یہ ماننے پر تیار نہیں کہ اس کو اپنے دشمنوں میں شمار کرے۔

چھُس دوستی ہنز دوست یہ دشمن مہ کریم کیاہ
بہت دوستی ہنزہ دارہ منز دشمن تہ گلاہ میون

[ترجمہ۔ میں نے اپنا ملاپ دوستی کے ساتھ کر رکھا ہے۔ اس لئے وہ شخص جو اپنے آپ کو میرا دشمن بتاتا ہے میرا کیا کر سکتا ہے۔ اس دوستی کے باغ میں ایسا شخص بھی میرے لئے ایک پھول ہی ہے۔]

"اسی عقیدے کو شاعر انسانیت کہتا ہے"

دنیا میں انسان جس طرف بھی نظر دوڑاتا ہے اسے قدرت کی بے شمار دولت اور نعمتیں نظر آتی ہیں جن کو استعمال کر کے ہر ایک انسان فراغت کی زندگی بسر کر سکتا ہے۔ یہ چیزیں قدرت نے کہیں چھپا کے نہیں رکھی ہیں بلکہ بالکل کھلی ہوئی پائی جاتی ہیں۔ انسان نے گذشتہ چند صدیوں میں قدرت کی ان نعمتوں کے ایک تھوڑے سے حصہ کو کام میں لا کر حیرت انگیز ترقی کی ہے بلکہ اپنے عیش و عشرت کا سامان مہیا کر لیا ہے لیکن افسوس اس کا ہے کہ تھوڑے سے انسانوں نے اس پر قبضہ کر رکھا ہے۔ وہ ترقی سے تمام انسانوں کو فائدہ اٹھانے نہیں دیتے۔ نتیجہ یہ ہے کہ دنیا کے ہر گوشہ میں عوام کی کثیر تعداد غربت بیماری، لاچاری اور بھوک میں مبتلا ہے۔ سائنس کی ایجادات سے انسان نے قدرت کی جو تھوڑی نعمتیں دیکھ پائی ہیں اگر اُن کو ہی کام میں لایا جائے تو دنیا کی موجودہ کل آبادی کے لئے ہی نہیں بلکہ اس سے کئی گنا زیادہ آبادی کے لئے بھی تمام ضروریات زندگی مثلاً خوراک، کپڑا۔ مکان وغیرہ کو مہیا کیا جا سکتا ہے۔ لیکن عملاً نوے فیصدی سے زیادہ لوگ ہر ملک میں تنگدستی، مفلسی اور فاقہ کشی کے دن گذار رہے ہیں۔ دس فیصدی کو بھی ضروریات پوری طرح سے میسر نہیں آتیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان میں انسانیت نہیں۔ وہ قدرت کے بتلائے ہوئے اصولوں پر عمل نہیں کرتا۔ وہ خود غرض ہے اور اسی خود غرضی نے اس کو اندھا بنا رکھا ہے۔

آزاد نے اس دل سوز حقیقت کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:۔

نغفو یو نے قدرتن پن نین خزانن ٹھان مٹرہ راوت

ژہ او سوی باگراوت کھیون بنیوکھ شہار انسانو

[قدرت نے اپنے تمام خزانے کھول کر تمہارے لئے رکھدیئے تھے (اس نے کہا تھا)
کہ تم ان نعمتوں کو (تمام انسانوں میں برابر برابر) تقسیم کر کے کھاؤ۔ لیکن تم تو ایسا
سانپ بن گئے ہو جو خزانے کے اوپر بیٹھتا ہے اور کسی کو پاس پھٹکنے اور اس دولت
سے فائدہ اٹھانے نہیں دیتا]

آزاد کو پورا یقین ہے کہ قدرت کے سامنے انسانوں میں کوئی اونچ نیچ یا سفید
وسیاہ، ہندو مسلم - ایرانی تورانی، ہندوستانی پاکستانی کی تمیز نہیں۔ اس کی تعلیم
یہ ہے کہ وہی انسان سچا انسان ہے جو اپنے افعال اور اعمال سے یہی اصول برتتا
ہے۔ اس نے اس خیال کو ویسے تو اپنی شاعری میں ہر جگہ بار بار دہرایا ہے لیکن
دریاؤ (دریا) میں اس نے جس خوبی سے اس کو بیان کیا ہے وہ اُسی کا حصہ ہے
دریاؤ کہتا ہے :-

کنن کھنبرٹن کھین کھراشن لپکان چھوس منز گٹن گاشن
نہ چھوس محتاج شاباشن نہ چھوس مشتاق گندہ باشن
ییتھوے چھوس راتہ کرلین منز تتھوے چھوس بلبلن اندر
یوان چھوم زندگی ہند سوز سفرن منزلن اندر

[ترجمہ - پتھر ہوں یا نوک دار سل - گہرے گڑھے ہوں یا رگڑنے والی چیزیں
میں اندھیرے اور روشنی میں (ان سب کی پرواہ نہ کرتے ہوئے) چلتا رہتا ہوں
نہ تو میں تعریفوں کا محتاج ہوں نہ میں کھیل کود کا شائق - جیسا میں چمگادڑوں
کے اندر ہوں ویسا ہی اپنے آپ کو بلبلوں کے اندر بھی محسوس کرتا ہوں مجھے
زندگی کا لطف سفر کرنے اور منزلیں طے کرنے میں آتا ہے -]

خوشامد کرتنم کا نشر ھا ملامت کرتنم کا نشر ھا
بوبیتا کیوت چھوس گومت پیدا کرن چھوم تی ڈُرن کس کیاہ
بو نو کر چھوس نہ کانہہ افسر لیکھم ناقابلن اندر
یواں چھوم زندگی مہند سوز سفرن منزلن اندر

(ترجمہ - کوئی میری خوشامد کرے یا ملامت کرے - میں جس مقصد کے لئے پیدا ہوا ہوں وہی مجھے حاصل کرنا ہے - کسی سے کیا ڈروں - میں کسی کا نوکر نہیں کہ کوئی افسر مجھے نا اہل قرار دے - مجھے زندگی کا لطف سفر کرنے اور منزلیں طے کرتے ہی میں آتا ہے -)

انسانوں نے اپنے اندر جو نسلی، مذہبی، قومی اور دیگر حد بندیاں قائم کر رکھی ہیں آزاد ان کو مٹانا چاہتا ہے - یہ سب اس کے لئے ناقابل برداشت ہیں -

سنبر وگنیار بیٹھ تہ بیرہ ڈلیشت جیرہ چھوم یوان
کو نر یکساں چھوس زھاران لاراں یوت ماران پان
توے چھوس آب آرست داوہ تولہ دمن تشکلن اندر
یواں چھوم زندگی مہند سوز سفرن منزلن اندر

(ترجمہ - گہرائی - کم آبی - کنارے اور حد بندیاں دیکھ کر مجھے جوش آتا ہے - میں چاہتا ہوں کہ ایکتا اور یکسانیت پیدا ہو اس لئے جہاں میں پہنچ سکتا ہوں وہاں دوڑتا ہوں - اسی لئے پانی ہو کر بھی توت کی لکڑی کی آگ (جو بہت تیز ہوتی ہے) کے اندر پایا جاتا ہوں مجھے زندگی کا لطف سفر کرنے اور منزلیں طے کرتے میں ہی آتا ہے)

قانون قدرت کے پیشِ نظر انسان میں کون کون سے وصف ہونے چاہئیں تاکہ اس کا سچے انسانوں میں شمار ہو سکے۔ اُن کو "دُریادُ" یوں بیان کرتا ہے۔

طبیعت میوں آزادی چھو عادت میوں آزادی
کونر یکساں عمل شادی محبت محنت آبادی
توے چھوس ٹھوٹھ آزادن رتن صاحب دلن اندر
یواں چھوم زندگی مُہند سوز سفرن منزلن اندر

(ترجمہ: میری طبیعت میں بھی آزادی ہے اور عادت سے بھی میں آزاد ہوں (میرے اوصاف) اتحاد، مساوات، عمل، ہمیشہ خوش رہنا، دوسروں سے محبت کرنا، بیکار نہ بیٹھنا اور (دوسروں کو) آباد کرنا ہے۔ اسی لیے میں آزاد لوگوں کا پیارا ہوں اور جو صاحب دل ہیں ان میں (بیش قیمت) رتن سمجھا جاتا ہوں۔ مجھے زندگی کا لطف سفر کرنے اور منزلیں طے کرنے ہی میں آتا ہے۔)

فرقہ واری اور وطن پرستی

آزاد کو اپنے عقاید اور خیالات کی سچائی پر پورا بھروسہ تھا چنانچہ اس نے کبھی بھی اپنے ماحول کی پرواہ نہیں کی اور نہایت بیباکی کے ساتھ اس کے خلاف لڑتا رہا۔ وہ کہتا ہے :-

افسانہ جدا ساز تہ سامانہ جُدا میوں
میخانہ جدا شیشہ تہ پیمانہ جُدا میوں
خمار ئینن سوز تہ ساقی مہ ئینں دل
جھم ساز ئینن سینہ تہ سنطورہ صدا میوں

[ترجمہ۔ میری باتیں (اوروں کی باتوں سے) جُدا ہیں۔ میرا ساز اور میرا سامان جُدا۔ میرا میخانہ جُدا اور پیمانہ جدا۔ میرا خمار۔ سوز۔ ساقی سب جُدا ہیں اور دل بھی میرا (اوروں سے) جُدا ہے۔ میرا ساز اپنا ہے سینہ سنطور اور صدا بھی اپنے ہیں۔]

شاعر نے کافی غور و خوض کے بعد وہ باتیں ڈھونڈ نکالی ہیں جو سماج کو اس کی مرضی کے ہم نوا بننے نہیں دیتیں یا یوں کہیئے جو انسان کو انسانیت سے دور رکھتی ہیں۔ اس کو دو رکاوٹیں اس سلسلے میں سب سے بڑی نظر آتی ہیں۔ ایک فرقہ پرستی اور دوسری وطن پرستی۔ وہ ان دونوں کو لعنت سمجھتا ہے اور ان سے کنارہ کشی کرنے کی نصیحت کرتا ہے۔ اس کو یقین ہے کہ ان دونوں رکاوٹوں کی موجودگی میں انسان کبھی ترقی نہیں کر سکتا نہ انسان بن سکتا ہے۔ کیونکہ :۔

دیندارن وچھم کینا داری
بازگاری وطن دارئے
ہیچھ یم دوستو دشمن داری
سگ ونوی کم ونچ یارئے

[ترجمہ۔ میں نے دیکھا ہے کہ دیندار (مختلف مذاہب کے کٹر پیرو) کینہ پرور ہوتے ہیں (اور ایک مذہب کا ماننے والا دوسرے مذہب کے ماننے والوں کو زک پہنچانا چاہتا ہے) وطن پرستی کا لباس لوگ دھوکہ دینے کے لئے پہنتے ہیں۔ (وطن پرستی کے نام پر غریب عوام کا خون چوسا جاتا ہے) یہ سبق (فرقہ پرستی اور وطن پرستی) انسان نے ایک دوسرے سے دشمنی کیلئے سیکھ رکھے ہیں اے جنگل کی چیڑ۔ بتا کہ تیری جڑ میں کون پانی دیتا ہے (جو تو اتنی سرسبز ہے)]

آزاد کو اس مذہب اور دین سے سخت نفرت ہے جس کی پیروی کرنے سے انسان بلاوجہ دوسروں سے دشمنی کرنا سیکھے۔ وہ ہندو مسلمانوں کے باہمی تفرقے سے

سخت نالاں ہے۔

یم گمانن پھاس تراوت پانون ژوٹ نم تہ ماز
نازتت بیٹھ گاٹلس ہندس مسلمانس پزیا
یم یقینن کینہ رستین بارنین دون کرجُدائی
سینہ داژن دنہ تتہ دینس تہ ایمانس پزیا

(جس خیال نے تفرقہ ڈال کر ناخن اور گوشت کو ایک دوسرے سے الگ کر دیا گیا اس پر عقلمند ہندو یا مسلمان کو ناز کرنا چاہیئے؟ جس یقین نے کینہ کے بغیر (معصوم) دو بھائیوں کو ایک دوسرے سے جدا کر دیا ہو کیا اس دین اور ایمان کے لئے سینہ تاننا چاہیئے؟ کیا اس کی پیروی کرنی چاہیئے؟)

لیکن آزاد جانتا ہے کہ دنیا میں فرقہ پرستی اور وطن پرستی کا اتحاد بردست پرچار ہے کہ محبت اور مساوات کی آواز کو سننے نہیں دیتیں جب تک ان دونوں کا بول بالا ہے انسانیت پنپ نہیں سکتی اور سچا تمدن اُبھر نہیں سکتا۔

وطنک ویم ہیبت دن وطن دارو دینگ جوش دینہ دارن آد
لولک آلو ضائع ججھ سپنان امہ ڈو لچہ ٹھس رائے

(ترجمہ۔ وطن پرستوں نے وطن کی تعریفیں شروع کر رکھی ہیں اور دین داروں نے مذہب کا ڈنکا بجا رکھا ہے؛ ان ڈھولوں کے شور و غوغا سے محبت کا پیغام سنا نہیں جاتا اور ضائع ہو رہا ہے)

انسانیت کو دین داری اور وطن پرستی کی دیواروں کے اندر رہ کر پایا نہیں جا سکتا جب تک انسان ان بندشوں کو ہٹا کر باہر نہ نکل آئے۔ اس وقت تک وہ زندگی کے

اعلیٰ درجہ تک نہیں پہنچ سکتا ہے۔ ایک ناکام انسان اپنی ناکامی کی وجہ بیان کرتے ہوئے کہتا ہے :-

کافری ھند جامہ لاگتِ کام دیو لوب عاشقو
پردہ میانن وردہ چشمن کعبہ تہ بُت خانہ میون

(ترجمہ جب عاشقوں نے کافری کا لباس زیب تن کیا (دین اور وطن کی دیواروں کو گرادیا) تب جاکر انھوں نے کام دیو (محبت اور سچائی کے دیوتا) کو پایا۔ لیکن میری محبت کی آنکھوں میں کعبہ اور بُت خانہ (دین داری) کے پردے پڑے رہے (اسی لئے میں ناکام رہا۔)

جو لوگ خدا کی پرستش کرتے ہوئے یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ جو انسان اُن کی طرح عبادت نہیں کرتا وہ اُن کا بھائی نہیں بلکہ غیر ہے۔ اُن سے مخاطب ہو کر آزاد کہتا ہے کہ اگر کوئی مذہب تفریق اور ایک دوسرے سے دشمنی سکھاتا ہے تو ایسے مذہب سے مجھے انکار ہے۔

دو گنیار چھویلہ مطلب پوزا یہ نماز ن ھُند
سوزس بو یہ بنجشایش بیہ تور لدِت ڈاسے
بالیس دشمن گو بوٗسے خوش خوے سپُن بدخوئے
کیاہ ونتہ ژہ حاصل ادے وینک دم دِنہ والئے

(ترجمہ۔ اگر پوجا اور نماز کا مطلب نفاق ہے تو میں پرماتما کو ٹالی کے طور پر یہ امانت واپس بھیجدوں گا۔ (مذہب پرستی سے) بھائی کا دشمن بھائی بن گیا جو خوش خصلت تھے بد خصلت بن گئے۔ او دین پر فخر کرنے والو مجھے بتاؤ کہ تم کو اس سے کیا فائدہ پہنچا ؟)

آئے دِن دُنیا میں جو فسادات ہوتے رہتے ہیں وہ یا تو مذہب کے نام پر ہوتے ہیں یا وطن کے نام پر۔ غرضمند رہنما اس کو قومی اور سیاسی بیداری کے ناموں سے پکارتے ہیں۔ ان جھگڑوں میں ہم نے انسان اور انسانیت کو بالکل فراموش کر دیا ہے کچھ لوگ مذہب کے نام سے جنونی بن جاتے ہیں اور کچھ وطن کی محبت سے پاگل ہو جاتے ہیں۔ آزادؔ ان دونوں کو بُرا سمجھتا ہے۔ اس کی رائے ہے کہ یہ بیداری نہیں بلکہ پست قسم کے جذبات ہیں جو انسان کو زیب نہیں دیتے۔

کرتہ فتنن فسادن ناو دینداری وطن داری
ونان ییت چھوک ژہ بیداری یہ چھوئی خمار انسانو

[ترجمہ ۔ اے انسان۔ تُونے فتنہ و فساد کا نام دینداری اور وطن پرستی رکھ چھوڑا ہے (تعجب اور افسوس کا مقام ہے) کہ تو اس کو اپنی بیداری سمجھتا ہے (لیکن یہ کوئی ایسی نشانی نہیں) یہ تو صرف تمہیں خمار چڑھا ہوا ہے۔]

آزادؔ چاہتا ہے کہ اس تنگ دلانہ فرقہ داری اور تنگ نظرانہ قوم پرستی سے انسان کو چھٹکارا حاصل ہو۔ اور اس کی جگہ انسانیت پروری لے لے۔ تاکہ سماج ترقی کر سکے اور انسان حقیقی معنوں میں آزاد ہو۔ بسا اوقات اس کی صاف گوئی اور اظہار حق سے کوتاہ بیں کہتے ہیں کہ شاعر دین سے ہی منحرف ہو چکا ہے اس لئے وہ ایسی باتیں کہہ جاتا ہے جو مذہب کے خلاف ہیں۔ جب آزادؔ کی شہرہ آفاق نظم "شکوہ ابلیس" شائع ہوئی تو کٹر پنتھی لوگوں کے اندر سنسنی پھیل گئی اور کچھ لوگ اس سے بڑے ناراض ہوئے ۔ دین داروں کے حلقوں میں شاعر کے خلاف فتویٰ صادر کرنے کی باتیں بھی ہونے لگیں لیکن وہ ان چہ میگوئیوں اور کانا پھوسیوں کی کب پروا کرتا تھا۔ وہ اپنے

عقائد کے پرچار میں زیادہ مستعدی سے ہمہ تن مصروف رہا۔ اس نے صرف اتنا کہا:-

(دین دارہ ژہ چھُے دین پننُ چھوم سہ پننُ دین
ایمان خُدا چون تہ انسان مُدا میون
مندرن مشیدن دھرم سالن چون خدا خوش
لولس تہ کونرس وردِ دلس راض خدا میون)

(ترجمہ - اے دین دار تیرا دین اور ہے اور میرا دین اور ہے - تیرا ایمان خدا ہے تو میرا مدعا انسان ہے تیرا خدا مندروں مسجدوں اور دھرم سالاؤں (کے بنانے اور اُن میں عبادت کرنے) سے خوش ہوتا ہے لیکن میرا خدا (انسانوں سے محبت کرنے اور (اُن کے ساتھ) ہمدردی رکھنے سے راضی ہوتا ہے)

آزاد کا خیال ہے کہ جس مذہب اور دھرم میں محبت یکسانیت - ہمدردی اور تمام انسانوں کی ایکتا - آزادی اور مساوات موجود نہیں۔ وہ مذہب یا دھرم ناقابل قبول ہے کیونکہ یہ قدرت کے قانون کے خلاف ہے۔

(قدرتس ہیون ہیون تھون یلہ آسہ ہن ملت تہ قوم
پرت اکس ہیون ہیون زمینہ آسمانہ آسہ ہے)

(ترجمہ - اگر قدرت کو ملت اور قوم میں تفریق منظور ہوتی تو ہر ایک کے لئے علیحدہ علیحدہ زمین و آسمان بناتا۔)

ایک اور جگہ کہتا ہے :-

انسانس کتھ نعمت گژھ یا نہ کران قدرت
روپیہ کھاس امتھن کتھ ہیتھ انداند سونہ سنزہ تھالے

ھندس تہ مسلمانس فیرت اکسی بانس
زائنِ تگہ انسانس کیاہ معنہ چھو مثالے

(ترجمہ - قدرت کی نعمتیں انسان کے لئے ہیں دکسی خاص فرقہ یا قوم کے لئے نہیں۔
قدرت یہ سب چیزیں چاندی کے پیالوں میں بھر کر اور سونے کی تھالی میں سجا کر ہاتھوں میں سنبھالے پیش کرنے کے لئے بے تاب ہے۔ ساری نعمتیں ہندو اور مسلمان کے لئے ایک ہی برتن میں رکھی گئی ہیں۔ اس مثال کے معنی انسان ہی سمجھ سکتا ہے۔)

یہی سبق شاعر شمع کی زندگی سے بھی حاصل کرتا ہے۔

دین میون ملہ ژ ار دھرم یکسانہ
سارنی کیوت چھُ نور انہ میون
ییتھ مہ نش کعبہ تہ تتھ چھُ بت خانہ
گوش تھاو بوز افسانہ میون

(ترجمہ - شمع کہتی ہے) میرا دین اتحاد، میرا دھرم یکسانیت ہے - میری روشنی سب کے لئے ہے۔ میرے سامنے جیسا کعبہ ہے ویسا ہی بت خانہ بھی ہے اور انسان کان کھول کر میری کہانی سُن -)

آزاد کو پورا یقین ہے کہ وہ مذہبی عقاید جن میں انسانیت کی خاصیتیں موجود نہیں بچوں کی باتیں ہیں۔ اس کو یہ بھی یقین ہے کہ قدرت کے راز جاننے کی وجہ سے وہ فرقہ پرستی اور دین داری کی سطح سے بہت اوپر چلا گیا ہے۔ وہ صرف یہ چاہتا ہے کہ اس کے ہم وطن اور ہم مذہب بھی انسانیت کو سمجھ جائیں اور آزاد ہوں

کفرو دینچ شُر باشہ نراوت

آزادس بم راز باوت

بوزہ ناوتنک ساری کاشرئے

روزی دماہ پاں ژادرئے

(ترجمہ۔ او۔ آبشار۔ کُفر اور دین (کے جھگڑوں) کی بچوں کی سی باتیں چھوڑ کر جو راز تو نے آزاد کو بتلائے ہیں وہی راز تمام کشمیریوں کو بھی سنادے۔ ذرا ایک لمحہ کے لئے ٹھہر جا۔)

روئے زمین کے تمام مذاہب متفقہ طور پر کہتے ہیں کہ خدا محبت کا سرچشمہ ہے لیکن آج کل ہمارے ملک میں جو فرقہ وارانہ فسادات ہوتے رہتے ہیں وہ زیادہ تر خُدا اور مذہب کے نام پر ہی ہوتے ہیں۔ ہندوؤں نے مسلمانوں پر اور مسلمانوں نے ہندوؤں پر ایسے لرزہ خیز مظالم ڈھائے ہیں جن کے سننے سے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ آزاد ایسے ظلم کرنے والوں سے پوچھتا ہے:۔

خُدا یلہ گو محبت کیاہ خدائی چھا ستم گاری

تِہ رحم یمہ ساتہ دینداران گژھن مالا جواب آخر

(ترجمہ۔ خدا اگر محبت کی ہوتی ہے تو کیا اس کا منشا انسانوں پر ستم ڈھانا ہو سکتا ہے؟ (یہ تو سراسر خلاف عقل بات ہے) اس لئے جس وقت مذہب کے پرستار اُس خُدا کے حضور میں پیش ہوں گے جس کو وہ مانتے ہیں تو انکے پاس کیا جواب ہوگا۔ کیا وہ اپنے کئے پر نہیں پچھتائیں گے؟)

یہ کہنا مشکل ہے کہ آزاد بے دین تھا اور وہ خدا کی ہستی سے منکر تھا کیونکہ

اُس کی شاعری میں کہیں کہیں ایسے شعر بھی ملتے ہیں جن میں اس نے اگر بلاواسطہ طور پر نہیں تو بالواسطہ طور پر اس کی ضرورت اور ہستی سے انکار نہیں کیا ہے۔ مثال کے طور پر اس نے لکھا ہے :-

یم ونان آس ہند مسلمان بائی بارن یانہ وان
کیاہ تمن نش بیاک کانہہ دیدا قرانا آسہ ہے

[ترجمہ۔ جو لوگ یہ کہتے تھے کہ ہندو اور مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں کیا اُن کے پاس دوسرا کوئی وید یا قرآن تھا؟]

جس سے یہ مطلب اخذ کیا جا سکتا ہے کہ اُس کی رائے میں وید اور قرآن میں فرقہ پرستی اور تنگدلی نہیں۔ ان میں بتلائے عقائد پر چل کر بھی انسان اتحاد اور محبت سے رہ سکتا ہے اور انسان بن سکتا ہے۔ اس شعر میں اس نے یہ بھی تسلیم کیا ہے کہ پہلے لوگ وید اور قرآن پر چل کر ہی محبت اور اتفاق سے رہتے تھے لیکن ایسے شعروں کے مقابلہ پر اس کی شاعری میں ایسے شعر بھی ملتے ہیں جن میں خدا سے کسی قسم کی امداد کی امید رکھنا عبث کہا گیا ہے کیونکہ جب خدا ہی موجود نہیں تو اس سے امداد کیسی ؟

کیت بوچھ ہت آرہ کت گے آسمانس کُن وچھان
لامکانس بیٹھ تہ دیارن ہُند خزانہ آسہ ہے

[ترجمہ کتنے بھوکے انسان آسمان (خدا) کی طرف دیکھتے دیکھتے مایوس ہو چکے (کیونکہ آسمان پر خدا ہی نہیں جو ان کی آہ وزاری سنتا انسان کی پرارتھنا قبول کرتا) کاش آسمان پر کوئی دولت کا خزانہ ہوتا تاکہ یہ لوگ کچھ حاصل کرتے اور مایوس نہ ہو جاتے۔]

بہر حال دین اور خدا کے متعلق شاعر کی کچھ رائے ہو۔ اپنی جگہ پر یہ درست ہے کہ وہ اس مذہب کے سخت خلاف تھا بلکہ اس سے نفرت کرتا تھا اور اس کو سماج کی ترقی کی راہ میں رکاوٹ سمجھتا تھا جو انسانوں کو انسانیت کی طرف نہیں لے جاتا۔ بد قسمتی سے موجودہ دور میں کوئی بھی مذہب اس فرض کو انجام نہیں دیتا اسلئے چاہے کہ اُن کا مقصد اور تعلیم کچھ ہی ہو آزاد ان کو پسند نہیں کرتا۔

آزاد وطن پروری کے سراسر خلاف نہیں تھا۔ اس نے بار بار اپنی وطن دوستی کا دعوی کیا ہے اور اس نے اپنے اشعار میں نہایت خوبصورتی کے ساتھ اپنے مادر وطن کشمیر سے گہری عقیدت اور محبت کا اظہار کیا ہے وہ کہتا ہے :۔

وطنک سوز لوگ میوٹھ آزادس تراون ساری ہاوس
باغچہ سولہ کھاس ہیت پر اران بیمہ اسہ کن بیہ نائے

(ترجمہ۔ وطن کا گانا مجھے بہت میٹھا لگا۔ اسلئے میں نے داس کے سوا) تمام خواہشیں چھوڑ دیں۔ اب باغ (باغ وطن) کی خوبصورت عورتیں بھی پیالے لیکر میرا انتظار کر رہی ہیں کہ میں اُن کی طرف جاؤں]

اسی نظم میں دوسری جگہ کہتا ہے :۔

سورگچہ دودہ کولہ مانت تہ زانت وندہ میون چھونہ مشراون
سندہ رنب آرس ویتھ ویرناگس گنگا یہ تہ جمنائے

(ترجمہ۔ میں جانتا ہوں اور تسلیم کرتا ہوں کہ بہشت میں دودھ کی ندیاں ہیں لیکن میرا دل (وطن کی ندیوں اور چشموں) سندھ۔ رنب آرہ۔ ویتھ۔ ویری ناگ گنگا اور جمنا کو نہیں بھول سکتا (یعنی میں ان کو جنت کی ندیوں سے کم تر نہیں سمجھتا)

آزاد کی بڑی آرزو تھی کہ اس کا وطن ترقی کرے۔ اور اس کے ہم وطنوں میں اتحاد و اتفاق ہو تاکہ وہ یک جہتی سے قدم آگے بڑھا سکیں۔ اس نے اپنی نظموں میں بار بار اس خواہش کو دہرایا ہے اپنے وطن کی سب سے بڑی ندی ویتھ (جہلم) سے وہ عاجزانہ انداز میں کہتا ہے :-

دو گنیار ن مار کاشرِ ئے
ہیچھناوِ تک کو نرک سوز
یم نہ گژھ ھَن تارہ ترترِ ئے
سُندرِ ئے بوزی میان زار

(ترجمہ۔ نااتفاقی نے کشمیریوں کو مار ڈالا۔ انھیں بھی (اس) اتحاد کا گیت سنا دے (جو تو نے اپنی زندگی میں سیکھا ہے) تاکہ یہ بھی (آزادی کا مقصد پالیں اور) پار اتر جائیں۔ اے سُندری میری آہ و زاری سُن)

اتنی گہری وطن دوستی کے باوجود آزاد اس وطن پرستی کو گناہ اور لعنت سمجھتا ہے جو انسانوں کو تنگ نظر بنا دے اور اہل وطن کو انسانیت سے دور کر دے انسانیت شاعر کے سامنے مقدم ہے۔ مذہب۔ خدا۔ وطن یہ سب چیزیں اسی وقت قابل پرستش ہوتی ہیں جب اس کے ماننے سے انسان اپنے مقصد اعلیٰ کی جانب۔ انسانیت کی طرف گامزن ہو اور اگر یہ چیزیں اس کے انسان بننے میں مانع ہوں تو شاعر ان چیزوں سے نفرت کرنی سکھاتا ہے۔ محبت نہیں۔ وہ کہتا ہے۔

لولہ والئِ ہوشہ ڈالنہ لولہ رس کلہ دال آئے
زہرہ کھاس امہ کھوتہ چاوان مہربانا ہ آسہ ہے

(ترجمہ: انسانی سماج کو محبت اور انسانیت کی ضرورت ہے۔ لیکن افسوس انسان کے ہوش بگاڑنے (سچائی سے بھٹکانے) کے لئے خود محبت سے محروم (انسانیت سے خالی) مے پلانے والے (لیڈر۔ ملا۔ پروہت) آگئے۔ اس سے بہتر یہ ہوتا کہ کوئی ان انسانوں کو زہر کے پیالے دیتا (جس سے ان کی جسمانی موت ہوتی روحانی نہیں) جن کے مقابلہ میں ایسا کرنے والا (یعنی زہر پلانے والا) مہربان دوست سمجھا جاتا۔)

محنت کش کی غلامی

آزاد تمام انسانوں میں مکمل مساوات کا قائل ہے ۔ وہ کسی قسم کی غلامی کو برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں وہ غلامی سیاسی ہو یا سماجی ، روحانی ہو یا اقتصادی ۔

ہا بندہ ژہ شوبی نہ غلامی تہ گرائی
سرمایہ داری پھند تہ فریب چھایہ خدائی

(ترجمہ ۔ اے انسان تجھے غلامی زیب نہیں دیتی ۔ دوسروں کے آگے ہاتھ پھیلا تیری شان نہیں ۔ سرمایہ داری محض دھوکہ اور فریب ہے (تو اس سے کیوں ڈرتا ہے اور اس کو کیوں نہیں ختم کرتا ، کیا یہ خدا کے قانون کی طرح اٹل ہے ؟)

غلامی چاہے کسی قسم کی ہو ۔ اس سے انسان کی حالت کس قدر خراب ہو جاتی ہے ۔ اس خیال کو شاعر نے خوبصورت پیرا یہ میں اس طرح ادا کیا ہے :۔

دلک ولولہ راوہ رہاں غلامی
دماغس ہنُن دم نہ تھاواں غلامی
کمن دل ہُشارن تہ بیدار مغزن
زندے موتچے نندرہ ساوان غلامی
دلیرن کران زیر زولان شیرن
کنن زردلن وہم تراوان غلامی
کمن دلبرن خاک براندن برن ہنز
اچھن سرمہ کنہ لاگہ نادان غلامی
یمن شوبہ ہے جلئے نراون کھورن نل
کلس پلیٹھ تمن کھارہ نادان غلامی
یمن شوبہ ہن پیالہ ہیت سورگہ ہوہ
تمن خونہ دل چاوہ نادان غلامی

[ترجمہ - غلامی انسان کے ولولوں کو ختم کر دیتی ہے - اس کا دماغ بیکار ہو جاتا ہے کیسے کیسے بیدار مغز اور ہشیار دل انسان غلامی کی وجہ سے زندہ ہی موت کی نیند سو جاتے ہیں اور دلیر آدمی بے بس اور مجبور ہو جاتا ہے جس طرح شیر جبکہ اُسے زنجیروں سے جکڑ دیا جائے۔ غلامی سے کانوں میں بہرا پن اور دل میں وہم پیدا ہو جاتا ہے۔ کیسے کیسے خوددار آدمی غلامی میں غیروں کے دروازوں کی خاک اپنی آنکھوں میں سرمہ کی بجائے استعمال کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ جن (نا قابل) لوگوں کو (قوم) میں پاؤں کے نیچے کی جگہ ملنی چاہیے تھی وہی سر پر بیٹھ جاتے ہیں

اور حین (قابل) لوگوں کے سامنے جنت کی حوریں پیالے لے کر کھڑی رہنی چاہیے تھیں وہی (اپنی بے بسی بے کسی اور لاچاری کو دیکھ کر) اپنا خون جگر پی کر رہ جاتے ہیں۔]

ایک اور جگہ لکھتا ہے :۔

زندگی کیوت زہرِ قاتل بندگی شرمندگی
ارکھلس دیون سگ ثرن گوڈ منز گلستانس پزیا

[ترجمہ۔ انسانی زندگی کے لئے غلامی زہر قاتل ہے۔ قابل شرم ہے گلستان کے اندر ارکھور (ایک پودا جو تمام چمن کو تباہ کر دیتا ہے) کو پانی نہیں دینا چاہیے نہ اس کی جڑ میں مٹی ڈال کر (اس کی پرورش) کرنی چاہیئے۔]

ایک غلام انسان کیسی انسانیت سوز حرکتیں کرنے پر اُتر آتا ہے۔ اس کی نسبت شاعر کہتا ہے :۔

سزان یلہ زندگی ہنزن رگن منز بندگی ہند خون
کران انسان انسانن ہندن جگرن کباب آخر

[ترجمہ۔ جب (انسان کی) زندگی میں غلامی کا خون سرایت کر جاتا ہے، تو وہ انسان انتہائی ذلالت اور کمینگی پر اتر آتا ہے اور دوسرے انسانوں کے جگر کو کباب بنا کر کھا لینا چاہتا ہے وہ لرزا دینے والے مظالم کرنے پر بھی تیار ہو جاتا ہے۔]

آزاد نے اپنے وطن کے محنت کش انسانوں کی سیاسی، سماجی اور اقتصادی ناانصافیوں کے متعلق بہت کچھ لکھا ہے۔ وہ خود ایک معمولی سرکاری ملازم تھا اور ایک حساس انسان ہونے کی وجہ سے اپنے اردگرد کے ماحول سے متاثر ہوئے بغیر

نہ رہ سکا۔ وہ کسانوں اور مزدوروں کی سماجی اور اقتصادی اور تمدنی غلامی سے بہت پریشان تھا۔ ہمارا شاعر کسانوں کی آہ وزاری کا نقشہ مزاحیہ انداز میں یوں کھینچتا ہے:۔

جدس ئیس آلہ مٹھ اوسم
دلستان سوری نکھن پیٹھ چھم
بوکیاہ، ہاوے دلاواری
بونو زرہ عشقہ ہیماری

(ترجمہ:۔اے معشوق۔ میں کیونکر عشق کی بیماری میں مبتلا ہو سکتا ہوں۔ میرے لکڑ دادا کے پاس جو آلہ ہل، تھا وہی آج تک میرے کاندھوں پر ہے (یعنی ہم نے ہزاروں سالوں سے کوئی ترقی نہیں کی۔ گو دنیا سائنس کی ایجادات کی بدولت بہت آگے نکل چکی ہے)، میں وہ دلاوری اور بہادری کہاں سے لاؤں جو عاشقوں کے پاس ہوتی ہے۔)

کسان کی سیاسی غلامی کی نسبت کہتا ہے:۔

ییم یلہ راکھ فارسٹر
دیک نے کینہ، انن رینجر
گژھم درہ زیون تہ سرکاری
بہ نو زرہ عشقہ ہیماری
یکن چھم کاردہ بیگارس
بزن اچھم جنس سرکارس
ییم وگرایہ باپاری
بونو زرہ عشقہ بیماری

ہنڈس کرہ ہون ہونس ہنڈ
کنڈس کرہ پوش پوشس گنڈ

کرن چھم راض پٹواری

بونو زرہ عشقہ بیماری

[ترجمہ۔ جب جنگلات کے گارڈ اور فارسٹر میرے پاس آتے ہیں اس وقت اگر میں اُن کو کوئی رشوت نہ دوں تو وہ رینجر کو بلا لاتے ہیں (تاکہ مجھ پر دباؤ ڈالیں)۔ پھر بید کی لکڑی بھی (توت کی لکڑی کی طرح جو کشمیر میں سرکاری قرار دی گئی ہے) سرکاری بن جاتی ہے (تاکہ مجھے پھنسایا جائے) میں مجبور ہوں کہ سرکاری کام کے لئے بیگار (بلا اُجرت جبری مزدوری) سے منہ نہ موڑوں مجھے سرکار کو زمین کی پیداوار کا حصہ بھی دینا ضروری ہے۔ میں قرضدار ہوں۔ اسلئے ساہوکار قرضے کی قسط لینے کے لئے بھی آئے گا۔ مجھے پٹواری کو بھی راضی رکھنا ہے۔ اگر ایسا نہ کروں تو وہ بکرے کی جگہ کُتا اور کُتے کی جگہ بکرا۔ پھول کی جگہ کانٹا اور کانٹے کی جگہ پھول سرکاری رجسٹر میں درج کرے گا (یعنی اگر میرے پاس قابل ٹیکس چیزیں بھی ہوں تو وہ اُن کو بھی قابل ٹیکس بنا کر رجسٹر میں درج کر دے گا۔]

کسان کی مظلومیت یہیں ختم نہیں ہوتی۔ مذہب کے نام پر بھی وہ ناانصافیوں کا شکار رہتا ہے:۔

پگاہ چھم ہدیہ دیون پیرس
تھوکم کن توبہ تقصیرس
قیام متردوہ کرئم یارہی
بونو زرہ عشقہ بیماری

(ترجمہ۔ کل مجھے اپنے پیر کو نذرانہ پیش کرنا ہے تاکہ وہ میری توبہ کو توجہ کے ساتھ سُنے اور قیامت کے روز میرے ساتھ دوستی سے پیش آئے۔ میں عشق کی بیماری کس طرح برداشت کرسکتا ہوں؟)

اب مزدور کی بابت سنئے۔ آہ سرد بھر کر آزاد کہتا ہے :۔

شاہانہ رختن چونہ گراں خونِ جگر چوں
چان تال دز مشر تا پہ سیت ننہ وارہ مزدور
ہا کینہ رسیتو چھپئ ژہ زخمن وارہ پکان خون
بیہ سینہ دارت چھوک ژہ ات تلوار مزدور

(ترجمہ۔ اے ننگے پاؤں مزدور تیرے خون جگر سے ہی بادشاہوں کے شاہی لباسوں میں جواہرات جڑے جاتے ہیں لیکن تیری کھوپڑی (مزدوری کرتے کرتے) سورج کی گرمی سے جھلس گئی ہے۔ اے (معصوم) کینہ سے پاک مزدور تیرے زخموں سے خون برابر بہہ رہا ہے۔ لیکن پھر بھی تو اس (سماجی ظلم کی) تلوار کے سامنے سینہ تانے کھڑا ہے۔)

مساوات کا حامی آزاد شخصی راج یا خاندانی حکومت کے بھی خلاف تھا۔ وہ اس کو قومی اور انسانی آزادی کے منافی سمجھتا ہے وہ اس بات کا بھی قائل نہ تھا کہ مہاراجوں اور نوابوں کو تقدیر سے حکومتیں ملتی ہیں

بجا تھاوت یہ تقدیر چ حکومت خاندانگ راج
کروکت ناو آزادی و نوکت انقلاب آخر

(ترجمہ۔ اگر ہم یہ کہیں کہ (خوش قسمت لوگوں کو) حکومت تقدیر سے ملتی ہے اور کسی

دخوش قسمت ہ خاندان کو (ملک کا) راج بھی اسی نے دیا ہے تو مجھے بتاؤ کہ

(تمام انسانوں کی) آزادی کس کو کہتے ہیں اور سیاسی انقلاب کیا ہوتا ہے!)

خدا کی طرف مخاطب ہوکر آزاد سماجی ناانصافیوں کے خلاف ان زوردار

الفاظ میں احتجاج کرتا ہے :-

بہت بیکار نیکو کار چانی

قلندر پیر مذہب دار چانی

امیرس کھیون روا مسکینہ سندخون

وُجھیت راوان چھُس یم کار چانی

[ترجمہ - (سماج کی طرف بغور دیکھنے سے مجھے معلوم ہوتا ہے کہ تیری رائے میں)

تیرے نیک کام کرنے والے قلندر - پیر - مذہب کے ٹھیکیدار اور ایسے ہی

انسان سب بیکار بیٹھ سکتے ہیں (کیونکہ وہ محنت مزدوری کر کے اپنا پیٹ نہیں

پالتے) یہ بھی دیکھتا ہوں کہ امیر اسی کو کہتے ہیں جو غریب کا خون چوسے -

اس ناانصافی کو بظاہر اے خدا تو نے روا رکھا ہے - میں تیرے کام دیکھ کر

کھو جاتا ہوں -]

انقلاب کی ضرورت

آزاد کی سب سے بڑی خواہش یہ تھی کہ سیاسی غلامی، سماجی بے انصافی، اقتصادی پسماندگی، تمدنی گراوٹ اور باہمی دشمنی دور ہو اور ان کی جگہ مساوات، آزادی، ایکتا اور محبت لے لیں۔ وہ ایک نئے منصفانہ سماج کی تعمیر چاہتا تھا جس میں انسان سچے معنوں میں انسان بن جائے۔ وہ آزاد سماج کے ایسے خواب ہی نہیں دیکھتا تھا جو ہمیشہ تشنۂ تعبیر ہی رہ جائیں بلکہ وہ یقین رکھتا تھا کہ ایسا ہونا ممکن ہے۔ چنانچہ اس نے اپنی شاعری میں جابجا اس تعمیر کے ذرائع صاف اور غیر مبہم الفاظ میں بتائے ہیں۔ اس کی رائے میں ہمارے بوسیدہ سماج کو اصلاحات سے نہیں بدلا جا سکتا۔ وہ مکمل انقلاب کا قائل تھا۔ وہ پرانے سیاسی، سماجی اور اقتصادی نظام کو بالکل ہی ختم کر دینے کا آرزومند تھا۔ وہ سمجھتا تھا کہ اس نظام کے دن ختم ہو گئے ہیں۔ اس کو اب زندہ نہیں رکھا جا سکتا۔ اس کی جگہ نیا نظام تعمیر ہونا چاہیے تب ہی انسان آزاد ہو سکتا ہے ورنہ نہیں۔

پرون گومت چھانواں رنگہ تہ مولہ مایہ سیت
دردہ چمن چھا پھولان ہردہ چہ گگرایہ سیت

(ترجمہ۔ جو چیز پرانی ہوگئی کیا وہ رنگ اور روغن یا گلٹ سازی سے نئی بن سکتی ہے؟ کیا انسانی ترقی کا چمن خزاں کی گرج سے کہیں سرسبز ہو سکتا ہے؟ کیا غازہ، پوڈر یا خضاب (بڑھاپے میں) جوانی کو واپس لا سکتے ہیں؟ (جو تو سمجھتا ہے کہ بوسیدہ سماجی نظام اصلاحات سے ٹھیک ہو جائیگا) انقلاب پیدا کر انقلاب پیدا کر، انقلاب پیدا کر (اسی طرح سماج کا موجودہ ڈھانچہ بدل سکتا ہے)

ظاہر ہے کہ انقلاب کا مطلب تبدیلی کا ہے۔ لیکن آزاد کی رائے میں تبدیلی کا نام انقلاب نہیں چاہے وہ کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہو۔ موجودہ نظام کو مٹا کر ہم سماج کا رُخ پیچھے کی طرف بھی موڑ سکتے ہیں اور آگے کی طرف بھی۔ ہمارے ملک میں بہت سے ایسے لوگ موجود ہیں بلکہ اگر کہا جائے کہ ان کی اکثریت ہے تو درست ہوگا جو موجودہ نظام سے تو ضرور اکتا گئے ہیں اور اس کو مٹانا چاہتے ہیں لیکن وہ آگے نہیں جانا چاہتے پیچھے کی ہی طرف لوٹنا چاہتے ہیں۔ وہ اپنے زمانہ سلف کی طرف دیکھتے ہیں۔ اُس کی پسماندگی کو ہی بہتر قرار دیتے ہیں اور اسی حالت کو واپس لانا چاہتے ہیں انسان نے سینکڑوں اور ہزاروں سالوں میں اپنی جدوجہد سے جو ترقی کی ہے اس سے نفرت کرتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ سائینس کی ترقی سے انسان تباہ ہو چکا ہے اس لئے اسکو اس سے دور بھاگنا چاہیئے۔ وہ سائنس اور تیکنالوجی (Technology) کی ترقی سے سماج کو محروم کرنا چاہتے ہیں۔

اور کسی پرانے نظام کو از سر نو قائم کرنے میں سماج کی بھلائی سمجھتے ہیں۔ وہ اسی رجعت پسندی کا نام انقلاب رکھتے ہیں۔ آزاد اس احیار تمدن و معاشرت کا سخت مخالف تھا وہ انقلاب Revolution اور رد انقلاب counter revolution میں فرق کرنا چاہتا تھا اور بار بار خبردار کرتا ہے کہ کہیں اس کے ہم وطن رد انقلاب کی رو میں بہ کر تباہ و برباد نہ ہو جائیں اور اس کے زیر اثر اپنے لئے بدترین غلامی اور بربادی کے سامان مہیا نہ کر لیں۔ اسی لئے کہتا ہے۔

قصہ تہ افسانہ پران پنجرہ تہ زولانہ سان
زہرہ برنت شاہمار در ینٹھ لوان نندہ بان
بوشہ تھر ئن کیاہ بکار سازہ گرئن ہنڈ ٹھاب
انقلاب ان انقلاب انقلاب ان انقلاب

[ترجمہ۔ پرانے قصے اور افسانے ہمارے لئے قفس اور بیڑیاں ہیں۔ یہ زہر سے بھرے ہوئے بڑے بڑے پھن دار سانپ ہیں جو بظاہر خوبصورت دکھائی دیتے ہیں (لیکن یاد رکھو کہ) پھولوں کی ٹہنیوں کو خوبصورت بنانے کے لئے سوانگ رچانے والوں کی مصنوعی چیزوں کی ضرورت نہیں ہوتی (اس لئے انقلاب ہی اصل چیز ہے ہم انقلاب پیدا کرو انقلاب پیدا کرو۔ انقلاب پیدا کرو۔]

ایک اور جگہ کہتا ہے:۔

ترادی پران قصہ تہ افسانہ

ترادی زالِ زالِ پنجرہ نہ زولانہ

چھادی یاونگ شرادس تہ ہاروسیئے

نیری چھاوُ نہ گل تہ گلزار وسیئے

[ترجمہ۔ پرانے قصوں اور افسانوں کو چھوڑ دو۔ چھوڑ دو یہ جال۔ قفس اور بیڑیاں ہیں۔ اس کے بعد چلو۔ ہم شباب کے جوبن (اصلی انقلاب) کا لطف اٹھائیں۔ اے سہیلی چل۔ گل اور گلزار کا لطف اٹھائیں]

آزاد کی نگاہ میں وہی آدمی انقلاب پرست ہے جو آگے ہی کی طرف نظر رکھتا ہے جس کو مڑ مڑ کر پیچھے کی طرف دیکھنے کی عادت نہ ہو یعنی جو انسان کی ترقی سے پوری طرح فائدہ حاصل کرنا چاہتا ہو اور زمانہ سلف کو موجودہ یا مستقبل عہد پہ ترجیح نہ دیتا ہو۔ جو احیائے تمدن و معاشرت کا حامی نہ ہو بلکہ انقلاب پرست ہو۔ شاعر دریا کی روانی سے اپنے اس خیال کو درست پاتا ہے۔

مہ عادت چھوئے نہ بیت پھیرُن مہ نش گو برو نہہ کنہوی نیرُن

نہ چھس گل پان چھم شیرُن نہ بلبل اول چھم یرُن

بہ چھس خوش ہیچ وتاین انقلابن زلزلن اندر

یوان چھم زندگی مُہند سوز سفرن منزلن اندر

[ترجمہ۔ میری عادت پیچھے مڑ کر واپس آنا نہیں ہے ہمیشہ آگے ہی جاتا ہوں۔ نہ میں گل (اپنے آپ) ہوں کہ جسے سنبھالنا ہو نہ بلبل ہوں کہ اپنا گھونسلہ بنانا ہے۔ میں تریچ وخم اور انقلاب و زلزلوں (ہمہ گرم عمل رہنے) میں، خوش ہوتا ہوں مجھے زندگی کا لطف

سفر کرنے یا منزلیں طے کرنے میں ہی آتا ہے۔)

شاعر انقلابی کو شیر اور رجعت پسند انسانوں کو گیدڑ قرار دیتا ہے:۔

سِہ پکان بے دایہ برونہہ گن شال وچھان فیر فیر
مومتن پتھ مردہ لاگن زندہ انسانس پزیا

(ترجمہ۔ شیر بلا خوف آگے ہی کی طرف بڑھتا رہتا ہے۔ لیکن گیدڑ بار بار پیچھے کی طرف مڑ مڑ کر دیکھتا ہے۔ (زمانہ سلف تو بیت گیا۔ اس میں جو لوگ یعنی ہمارے آباو اجداد تھے وہ مر گئے۔ یہ حماقت ہے) کہ مرے ہوئے لوگوں کے پیچھے پیچھے زندہ انسان مردہ بن جائے۔ کیا ایسا کرنا زیب دیتا ہے؟)

جو لوگ موجودہ نظام کو بدلنا تو چاہتے ہیں لیکن یا تو اصلاحات پسند ہیں یا زمانہ سلف کے شیدائی اور اس کے مطابق نئے سماج کی تعمیر کرنا چاہتے ہیں اُن کیلئے آزاد کی تعلیمات نہیں۔ وہ اس شاعر کے خیالات اور عقاید سُن کر مایوس ہوں گے۔ اس لئے وہ کہتا ہے:۔

چھی مہ نِش مس بانہ نوِ پیمانہ نوِ نو نو شراب
تراو ساری پران مستیٔ چھاو اد نہ میخانہ میون

(ترجمہ میرے پاس شراب کے برتن نئے ہیں۔ پیالہ نیا ہے اور شراب بھی نئی ہے پہلے تمام پرانی مستی ترک کر دو پھر میرے میخانے (شاعری) کا لطف اٹھاؤ)

عوام کی بیداری

عموماً خیال کیا جاتا ہے کہ صرف لیڈر ہی انقلاب پیدا کر سکتے ہیں۔ اس لئے عوام کو کسی اچھے لیڈر یا رہنما کے انتظار میں رہنا چاہیئے اور آنکھ بند کر کے اس کی تقلید کرنی چاہیئے۔ آزاد کے خیال میں اس طرح حقیقی انقلاب پیدا نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ بسا اوقات لیڈر یا پارٹی کی غلط رہنمائی سے قوم کی قوم تباہ ہو جاتی ہے۔ اس لئے اس کی رائے میں بہترین طریق کار یہ ہے کہ عوام خود بیدار ہوں اور یہی جاگے ہوئے انسان منصفانہ سماج کی تعمیر کریں۔

برونٹھمس پتہ پتہ پکہ ونہ تیرے
پانہ تہ برونٹھ کُن نظراہ کر
ڈھیہ منز باگڑ ھکنیہ ہنز ذیرے
بزِ شمشیرے گینڈ ناہ کر

(ترجمہ۔ اگلے انسان (رہنما) کے پیچھے پیچھے چلنے والے بھیڑ خود بھی آگے کی طرف

ایک نظر دوڑا تاکہ کہیں تو سبزہ زار کی اُمید میں خندق کے اندر نہ گر جا۔

سچی تلوار (انصاف سچائی۔ ایمانداری) سے کھیل)

آزاد محسوس کرتا تھا کہ اس عوامی بیداری جیسے اہم مقصد کو حاصل کرنے کی راہ میں مذہب اور سماج کے ضرر رساں خیالات اور روایات کی بڑی دیوار یں حائل ہیں جن کو راستہ سے ہٹا دینا چاہیئے۔ اس کے خیال میں سب سے بڑی رکاوٹ تقدیر کا تخیل ہے جو انسان کو مردہ بنائے ہوئے ہے وہ کہتا ہے:

دل سان مہ کر غمگین تقدیر تھکن والے
افسانہ پرن والے دیوانہ کرن والے

(ترجمہ۔ اے تقدیر کی باتیں کرنے والو ہمارے دلوں کو (ایسی حوصلہ شکن باتوں سے کہ وہی ہوتا ہے جو تقدیر میں لکھا ہوتا ہے) غمگین نہ بناؤ۔ (اے بے بنیاد افسانے سنانے والو اور پاگل بنانے والو ان خیالات کو دور ہی رہنے دو)

جو خیالات انسان کی قدرتی طاقتوں کو نکما کر دیں اور اس کو کم ہمت بنا دیں وہ اس کی ترقی کی راہ میں کانٹے ہیں۔ شاعر کا خیال ہے کہ موجودہ سماج میں انسان خود ہی یہ کانٹے بچپن ہی سے بوتا رہتا ہے۔ آزاد انسان سے کہتا ہے:۔

جھوئی یا نہ پکّن پانہ تھکڑت کنڈڑہ دوونت کیت
تقدیر ازل سورگ جہنم نہ خدائی

(ترجمہ۔ (اس زندگی کے سفر میں) تمہیں خود چلنا ہے (اس لئے کتنے رنج کا مقام ہے کہ) تم نے خود کتنے کانٹے اُدھر رکھے ہیں۔ مثلاً تقدیر۔ ازل۔ سورگ، جہنم اور خدائی)

شاعر محنت کش کو یاد دلاتا ہے کہ تمام سماج کی بنیاد اس کے سہارے پر کھڑی ہے۔ اگر وہ چاہے تو اس سماجی نظام کو مٹا کر نیا منصفانہ نظام بنا سکتا ہے جو اس کی مرضی اور ضرورت کے موافق ہو جس میں وہ مکمل آزادی سے اپنی زندگی کو جس طرح چاہے ڈھال سکے لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ بیدار ہو جائے اور اپنی اصلی حیثیت اور اہمیت کو پہچان لے۔ شاعر مزدور سے کہتا ہے:۔

چھوک شان بڈوئے انقلابک تیز طوفاناہ

دیوار ٹھاسان نیر ویت گنڈوارِ ہ مزدور

(ترجمہ۔ اے بڑی شان والے تو انقلاب کا ایک تیز طوفان ہے۔ یہ جو تمہارے ارد گرد بندشیں کھڑی کردی گئی ہیں ان کو توڑتے پھوڑتے باہر نکل آ اور اپنی اصلی پوزیشن حاصل کر)

چھوک آفتاباہ نور پُنن ہاوُ جہانس

سن ژورہ سند پاٹھ چھوک پکان ژلہ لارہ مزدور

(ترجمہ۔ تم ایک آفتاب ہو۔ اپنا نور دنیا کو دکھاؤ (اس وقت تو تمہاری حالت یہ ہے) کہ ایک چور کی طرح تم بھاگتے جا رہے ہو۔)

عام لوگ اور معمولی شاعر مزدور کی اس ناگفتہ بہ حالت کی تمام تر ذمہ داری سرمایہ دار پر ڈال دیتے ہیں اور اس کو برا بھلا کہہ کر سمجھتے ہیں کہ انھوں نے انقلاب پرستی کا فرض انجام دیدیا۔ لیکن آزادؔ ایسا نہیں کرتا۔ وہ جانتا ہے کہ یہ بیماری کا علاج نہیں۔

سرمایہ دارس مار موکھار بارِہ مزدور
پیرت کانسہ پنہ نوی پان تارِہ نہ مارِہ مزدور

(ترجمہ۔ اے مزدور (اپنی مصیبتوں اور تکلیفوں کا بوجھ) سرمایہ دار کے کندھوں پر نہ ڈال۔ ہر ایک انسان اپنے آپ کو آزاد بھی کر سکتا ہے اور غلام بھی بنا سکتا ہے۔ اس لئے :۔

افسانہ پنُن پانہ پُرن پانہ گُرس ساچھ
ژھیپہ ژُور نوان ژھِپی ورق ھٹیپہ تارہ مزدور

(ترجمہ۔ اپنی حالت پر خود غور کر۔ اس کو خود سنبھال۔ دوسرے لوگ (اشارہ اُن لیڈروں کی طرف ہے جو مزدور کے نام پر اپنی لیڈری کی دوکان چمکاتے ہیں) تیرے افسانے کے چند ورق کھینچ لیتے ہیں (اور فائدہ اٹھاتے ہیں)]

اور مزدور کیا کرتا ہے وہ :۔

پنُن سونس مٔژ پانہ کران چھوک ژہ بران چاؤ
غم چوں بکس بادہ ژہ کُس کھارہ مزدور

(ترجمہ۔ اپنے سونے کو مٹی بنا دیتے ہو اور پھر اس پر فخر کرتے ہو (یہ سب تمہاری پس ماندگی کا نتیجہ ہے) میں کس کو تمہارے غم کا دکھڑا سناؤں۔ کون تمہیں اس ذلت اور غلامی کی زندگی سے نکالنے والا ہے۔)

ایک پکے انقلاب پرست کی حیثیت سے شاعر سمجھتا ہے کہ جو لوگ اپنی طاقت پر بھروسہ نہیں رکھتے اور سمجھتے ہیں کہ قسمت اور تقدیر ہی سب کچھ ہے وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔ شاعر انسان پر ذہن نشین کرانا چاہتا ہے کہ انسان اپنی قسمت اور اپنے

مستقبل کو خود ہی بناتا اور بگاڑتا ہے ۔ وہ سماج کی نئی تعمیر اپنی مرضی کے مطابق بنا سکتا ہے
بشرطیکہ وہ یہ وہم دل سے دور کر دے کہ جو کچھ تقدیر میں لکھا ہے وہی ہوگا ۔

دتوی برم پننوی کارد دِ وان چھوک قسمت تنگ بارد
تراں چھوک پرانوی تارو لگی کتہ تار انسانو

[ترجمہ۔ اپنے (بلا سوچے سمجھے) کاموں نے (جن کا لازمی نتیجہ برا نکلتا ہے) تم کو
غلط فہمی میں ڈال رکھا ہے (کہ تم اپنی کوششوں سے کامیاب نہیں ہو سکتے) اور
پھر تم قسمت کی شکایت کرتے ہو۔ تم پرانی روایات کے مطابق چلنا چاہتے ہو
(بتاؤ یہ یقین کرتے ہوئے کہ زمانہ سلف کو واپس لایا جا سکتا ہے) تم کس طرح
دنیا کے سمندر کو پار جا سکتے ہو؟ (کس طرح اپنے مقصد میں کامیاب ہو سکتے ہو؟)]

وطن کے نوجوانوں سے مخاطب ہو کر آزاد کہتا ہے ۔

ژہ وتھ روز استادہ پننین کوٹھیں پیٹھ
ژُنن نیائے پانے انزر نوجوانو
یقین پیدہ کر انقلابک قدم تُل
طلسمات وہمک پھوٹر نوجوانو

[ترجمہ۔ اٹھو۔ اپنے پاؤں پر کھڑے ہو جاؤ۔ اپنے مسائل خود حل کرو۔ اپنے
دل میں (سچائی کی فتح) کا یقین پیدا کر۔ اور انقلاب کی طرف قدم بڑھا۔
اے نوجوانو توہمات (تقدیر۔ جہنم۔ جنت۔ ازل۔ خدائی) کے
طلسم کو توڑ ڈال۔]

اگر انسان سمجھ جائے کہ صرف انسان ہونے کی حیثیت سے ہی اس کے کیا

حقوق ہیں اور وہ کس بلند رتبہ کا مالک ہے تو آنا فاناً یہ موجودہ بوسیدہ نظام مٹ جائیگا اور اس کی جگہ ایک نیا منصفانہ سماج لے لیگا۔ ہمارے سماج میں موجودہ اونچ نیچ، امیر و غریب، سیاہ و سفید، غلام اور آقا کی سب تمیزیں اس لئے قائم ہیں کہ عوام انسانیت کو نہیں جانتے۔ وہ اصلیت اور سچائی سے ناواقف ہیں۔ شاعر خوابیدہ انسان سے کہتا ہے :-

پان پننہ پرزہ ناو چھاوٗ پننہ لولہ باغ
داغ غلامی مٹاوٗ ہاو پننہ دل و دماغ
چان خیالن بناوٗ خواجہ امیر بڈ نواب
انقلاب ان انقلاب انقلاب ان انقلاب

(ترجمہ :- اے سوئے ہوئے انسان تو جاگ! اور اپنے آپ کو پہچان۔ لول (انسانیت) کے باغ کا لطف اٹھا۔ یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب تو پہلے اپنی غلامی کے داغ کو مٹا دے گا (اور ایسا کرنے کے لئے) اپنے دل اور دماغ کو بیدار کرے گا اور ان کو کام میں لائے گا۔ تیرے پسماندہ خیالات نے ہی کچھ لوگوں کو خواجہ۔ امیر اور نواب بنا دیا ہے اور (تم کو غلام بنا رکھا ہے) اس لئے تو انقلاب پیدا کر۔ انقلاب پیدا کر۔ انقلاب پیدا کر۔)

آزاد کو ایسے نوجوانوں سے نفرت ہے جن میں حوصلہ نہیں اور جو دوسروں کی امداد پر بھروسہ رکھتے ہیں :-

کانہہ نکھن پیٹھ خاندانس کانہہ چھو تقدیر گ سوار
برونہہ پکان ہیتہ نہو کو ٹھیو کانہہ نوجوان آسہ ہے

(ترجمہ۔ کچھ نوجوان خاندانیت کے بل بوتے پر کھڑے ہیں اور کچھ تقدیر کے آسرے پر کاش کوئی نوجوان اپنے پاؤں پر بھروسہ کر کے آگے بڑھتا تو سماج کی یہ بُری حالت کیوں ہوتی)

جو لوگ سماج کی ناانصافیوں، زبردستوں کی سختیوں اور کمزوروں کی بےلسبی سے مایوس ہو کر کسی ڈکٹیٹر کی انتظار میں نظریں لگائے بیٹھے ہیں اور جن کو یہ امید نہیں کہ انسان اپنی کوششوں سے موجودہ نامنصفانہ نظام کو مٹا کر اس کی جگہ نیا ترقی پرور نظام تعمیر کر سکتا ہے۔ اُن سے شاعر کہتا ہے۔

وُتھ پانہ ژُنن سخنر کربن پانہ پُنن رہبر
اوتارتہ پیغمبر لوال آس پتھ کالے

(ترجمہ۔ اٹھو۔ خود اپنی (غلامی۔ بےلسبی اور مظلومیت کو مٹانے کا) انتظام کرو۔ خود اپنے رہبر بن جاؤ۔ اوتار اور پیغمبر پچھلے زمانے میں آیا کرتے تھے (اب نہیں) اب وہ زمانہ آیا ہے جب سماج کے ایک ایک فرد کو بیدار ہو کر رہبر بننا ہے تب ہی انقلاب آ سکتا ہے اور بوسیدہ سماجی نظام بدلا جا سکتا ہے۔)

انقلابی کے اوصاف

آزاد اس بات سے نہیں روکتا کہ انسان دوسروں سے تبادلہ خیالات کرے۔ اُن کے تجربوں سے فائدہ اٹھائے اور بزرگوں کی نصیحتیں سُنے۔ لیکن اس کے نزدیک یہ امید بے بنیاد ہے کہ کوئی دوسرا آدمی خواہ وہ کتنا ہی بڑا دانش مند اور تجربہ کار کیوں نہ ہو کسی کو آزاد کر سکتا ہے۔ اپنی غلامی کو ختم کرنا ہر ایک انسان کا اپنا کام ہے۔ یہی آزاد کی رائے ہے جو اس نے ذاتی تجربے اور مشاہدات کے بعد ظاہر کی ہے۔

فیوڑس حکیمن پاد رٹم برہمن سادن
زخمن نہ دادن پانسی نش وچھ مہ دا میون

(ترجمہ: میں حکیموں (فلاسفروں) کے پاس گیا۔ میں نے برہمنوں اور سادھوؤں کے پاؤں پکڑے (ان کی منتیں کیں کہ مجھے تمام قسم کی مصیبتوں سے آزاد کر دیں۔ لیکن اپنے مقصد میں ناکام رہا۔ کوئی میرا کچھ بھلا نہ کر سکا۔ بالآخر میں نے یہ

حقیقت ڈھونڈھ نکالی کہ) تمام زخموں اور دردوں کا علاج خود اپنے پاس ہے
(اور میں بلا وجہ دوسروں کے پاس مارا مارا پھر رہا ہوں۔ اگر میں خود کوشش کروں
تو تمام مصیبتوں سے چھٹکارا پا سکتا ہوں۔)

انسان اپنے اعلیٰ معیار کو اسی وقت پہنچ سکتا ہے جب وہ خود بیدار ہو اور کسی دوسرے کے سہارے پر بھروسہ نہ کرے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ آزاد کسی رہنما کی ضرورت ہی محسوس نہیں کرتا تھا اس کے نزدیک سماج کو ترقی کی طرف لے جانے کے لئے ابتدا میں رہنماؤں کی ضرورت پڑتی ہے جو مخلص۔ ایماندار۔ نیک نیت، بے لوث اور سب سے زیادہ خود بیدار انسان ہوں جن میں انسانیت کے تمام اوصاف موجود ہوں۔ آزاد ایسے انقلاب پرست اور ترقی پرور رہنماؤں کو لول دیوانہ (محبت کے دیوانے) کہا کرتا تھا۔ بعض اوقات وہ انھیں کو نز دیوانہ (مساوات کے دیوانے) درد دیوانہ (انسانی ہمدردی کے دیوانے) اور ایسے ہی دوسرے ناموں سے بھی یاد کرتا ہے جس رہنما میں لول نہیں شاعر کی نظروں میں اس کو رہنما کہنا ہی غلط ہے اور جس لول میں انسانیت نہیں وہ لول لول نہیں۔

جو لول انسان کو انسان نہ بنا سکے اور اپنے پاؤں پر کھڑا نہ کرے اس سے بہتر غلامی کی زنجیریں ہی ہیں۔ کیونکہ ایسا لول نوجوانوں کو نیچے گراتا ہے اور ان میں جو اپنی پیدائشی صفتیں ہوتی ہیں ان سے بھی محروم کر دیتا ہے۔

تمہ لولہ کھوتہ بہتر زولانہ غلامی ہند
استادہ جواں مردس ییس لول پتھر تراوے

(ترجمہ۔ غلامی کی زنجیروں کو اس لول پر ترجیح دینی چاہیئے جو اپنے پاؤں پر کھڑے

نوجوانوں کو دوسروں کا دست نگر بنادے اور ان میں خود سمجھنے سوچنے کی طاقت پیدا نہ کرے یا دوسروں کے سہارے پر چلنے کے لئے مجبور کردے) نیچے گرادے]

آزاد کی رائے میں سچے رہنما کا سب سے پہلا کام یہ ہے کہ ہر جگہ روشنی پھیلائے پسماندہ اور ناخواندہ انسانوں کو علم کی روشنی سے منور کرے۔ انھیں جگائے اور اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے میں مدد دے۔ وہ سچے رہنما کو شمع سے تعبیر کرتا ہے:۔

گٹہ منز بو چھوے گاش ہاوانہ

سوز دل ساز وسامانہ میون

[ترجمہ۔ اندھیرے میں روشنی دکھاتا ہوں۔ میرے دل کی تڑپ (انسانی محبت اور ہمدردی) میرا سارا ساز اور میرا تمام سامان ہے]

انقلابی کی نظر میں ہر ایک انسان چاہے وہ کسی مذہب کا پیرو ہو یا نہ ہو خواہ وہ اپنے وطن کا باشندہ ہو یا کسی اجنبی دیس کا امیر ہو یا غریب یکساں ہونا چاہیئے اور اس میں ایک انقلابی شاعر کی طرح یہ کہنے کی جرأت ہونی چاہیئے:۔

کانہہ پران کفرک ترانہ تہ کانہہ چھو دینک دم دِوان

چان لوسن روچھ یود اغو نتہ دامانہ میون

(ترجمہ۔ کوئی کفر کے ترانے گاتا ہے (اور سمجھتا ہے کہ وہی دنیا میں بڑا ہے اور جو اس کے ساتھ متفق نہیں ہے وہ ہمدردی کا مستحق نہیں) کوئی مذہب اور خدا کی تعریفوں کے پل باندھتا ہے (اور فیصلہ کر بیٹھتا ہے کہ جو اس کی رائے کو

نہیں مانتا وہ گردن زدنی ہے) لیکن انسان کی محبت نے میرے دامن کو ایسے
(بدنما) دھبوں سے پاک وصاف رکھا ہے (میں نے انسان کو بلا کسی تمیز
کے انسان سمجھا اور اس سے محبت کی۔]

انقلابی کے لئے ضروری ہے کہ وہ خود دماغی۔ روحانی اور تمدنی طور پر بالکل آزاد ہو۔ تب جا کر وہ دوسرے لوگوں کو بھی آزاد ہونے میں مدد دے سکتا ہے۔ انقلابی کے مقاصد میں یہ شامل ہونا چاہیئے کہ تمام انسانوں کو اتحاد و اتفاق سے رہنا سکھائے۔ اس میں اپنے اقوال پر پوری طرح عمل کرنے کی عادت ہو۔ وہ ہمیشہ خوش رہے اور ہر ایک انسان کے ساتھ چاہے وہ دشمن ہو یا دوست محبت سے پیش آئے۔ اسے کسی نہ کسی طرح محنت (جسمانی یا دماغی) میں مصروف رہنا چاہیئے اور وہ جہاں بھی اقتصادی روحانی دماغی یا کسی اور کسی قسم کی برائیوں کو دیکھے اسے انہیں دور کرنا چاہیئے تاکہ اس سے بنی نوع انسان کو فائدہ پہنچے۔ انقلابی کا نعرہ یہ ہونا چاہیئے:۔

طبیعت میون آزادی چھو عادت میون آزادی
کو تُر یکساں عمل شادی محبت محنت آبادی
توے جھس ٹوٹھ آزادن رتن صاحب دلن اندر
یوان چھم زندگی مُہند سوز سفرن منزلن اندر

(ترجمہ۔ میری طبیعت آزادی پسند ہے۔ میری عادت بھی یہی ہے کہ آزاد رہوں۔ میں
دنیا میں اتحاد، یکسانیت پیدا کرنا عمل کرنا اور خوش رہنا چاہتا ہوں۔ اس کے علاوہ
(ایک دوسرے سے) محبت کرنا، محنت کرنا اور ویرانوں کو آباد کرنا بھی چاہتا ہوں

اسی لئے میں آزاد منش اور صاحب دل طبقوں میں پیارا ہوں مجھے زندگی کا
لطف سفر کرنے اور منزلیں طے کرنے میں آتا ہے]

انقلابی تمام دوسرے کارکنوں سے بالکل مختلف ہوتا ہے۔ اس کی باتیں اس کا چال چلن، اس کے اطوار اس کی نشست و برخاست سب جدا ہوتی ہیں۔ اور انہی اوصاف کو وہ عوام میں بھی پیدا کرنا چاہتا ہے

ژُنن سوزاہ ژُنن سازاہ ژُھن شوقاہ تہ آوازہ
ژُنن چھُم لولہ اندازہ سروداہ مستیاہ نازاہ
وُڑن یانژ ادرن جوین سرن آرن کوسن اندر
یوان چھُم زندگی ہُند سوز سفرن منزلن اندر

[ترجمہ۔ میرا گیت (پیغام) نرالا ہے اور میرا ساز (مقصد حاصل کرنے کا ہتھیار) اچھوتا، میری سرگرمی (معیار اخلاص) اور میری آواز (طریق و نشر و اشاعت) دوسروں سے جدا ہے۔ میں محبت (انقلاب) کو اپنے گز سے ناپتا ہوں۔ میرا سرود (کامیابی جانچنے کا ذریعہ) اپنا ہے اور میرا ناز (کامیابی پر فخر کرنے کا طریقہ) اپنا۔ مجھے یہ سب چیزیں (نظریے اور اوصاف) آبشاروں، جوئیوں، تالابوں ندیوں، نالوں (انسانوں کے فرقوں، طبقوں، قوموں، گروہوں اور جھنڈوں) میں بھر دیتی ہیں۔ مجھے زندگی کا سفر کرنے اور منزلیں طے کرنے میں ہی آتا ہے۔]

انقلابی عشق میں پوری طرح مست رہتا ہے اس کو اس کے سوا کسی دوسری چیز سے دلچسپی نہیں لیکن وہ دیوانہ یا جنونی نہیں ہوتا اور اس کے ہوش و حواس گم نہیں ہوتے۔ اس کا دل ایک یوگی کی طرح پورے کنٹرول میں ہوتا ہے۔ ایسے

رہنما دنیا میں بہت کم ہوتے ہیں لیکن جتنے بھی ہیں قابل صد ستائش ہیں :۔

تس پختہ کارس پتھ بوکر ہا جان فدائی
یُس گاٹہ جارِ چہ تارہ گنڈِ تھاوِ دِلک ساز
مستی تہ کرِہ ہندرہ ہتن غافلن بیدار
یلہ جوش تولگ ہوشہ سان ورتاوِ دِلک ساز
یُس ہوش تھاوت روزہ کنو بوزہ دِلک ساز
جوشس اندر تُس آو تس راوِہ دلک ساز

(ترجمہ۔ اُس بالغ انقلابی کے لئے میں اپنی جان عزیز بھی قربان کرنے کے لئے تیار ہوں جو دل کے گیت کو ہوشمندی کی تاروں سے باندھ کر رکھدے (جو اپنے دل اور حواس خمسہ پر پورا قابو رکھ سکے) اس قسم کے ربط وضبط کا مالک نیند میں سرشار غافل (پسماندہ اور لاعلم) انسانوں کو اپنا انقلاب آفریں پیغام سے بیدار کر سکتا ہے۔ جو رہنما انقلابی جذبات کو ہوش کے چابک سے گمراہ نہ ہونے دے وہی انسانی سماج کی رہنمائی کر سکتا ہے۔ جو جوش کی رو میں بہ گیا اس کے تمام انقلابی ولولے رائیگاں ہو جاتے ہیں۔)

گو انقلابی اپنے مشن میں مست ہوتا ہے لیکن یہ مستی شراب یا کسی دوسری نشیلی اشیاء کی سی مستی نہیں ہوتی نہ یہ پاگلوں اور جنونیوں کی سی مستی ہوتی ہے کیونکہ اس مستی میں انسان شرمناک طریقے اختیار کرتا ہے۔ برخلاف اس کے انقلابی دیوانہ وقت کے مطابق چلتا ہے اور جس مقام پر انقلاب کی کامیابی کے لئے جس طرزِ عمل کی ضرورت ہوتی ہے وہی اختیار کرتا ہے۔ اس کا دماغ

مستی کے باوجود بیدار رہتا ہے :۔

نہ چھس رندانہ مستانہ بو چھس اکھ لولہ دیوانہ ہ

گہے گرداب گاہ سیلاب گاہے تیز طوفانہ ہ

ڈلن ہنز شوب سودرک شان میانن ولولن اندر

یوان چھم زندگی ہند سوز سفرن منزلن اندر

[ترجمہ :میں کوئی رند مستانہ نہیں جو پاگلوں کی سی حرکت کروں اور ہر وقت ایک ہی سُر الاپتا رہوں) میں ایک لولہ دیوانہ (انقلابی) ہوں۔کبھی گرداب بنتا ہوں (ایک ہی مقام پر زیادہ گرمی دکھاتا ہوں) کبھی سیلاب کی طرح تیز رفتاری کے ساتھ نکل جاتا ہوں اور کبھی اس سے بھی زیادہ تند اور ہلچل مچانے والا طوفان بن جاتا ہوں (یہ سب کچھ سماج اور مقام کی ضرورت کے مطابق ہوتا ہے) میرے عزائم میں ہی جھیلوں کی خوبصورتی ہے اور سمندروں کی شان (یعنی میری اسکیموں کے مطابق ہی ایسی دلاویز چیزیں معرض وجود میں آتی ہیں)،مجھے زندگی کا لطف سفر کرنے یا منزلیں طے کرنے میں ہی آتا ہے]

یہ تو ظاہر ہے کہ بوسیدہ سماج کو مٹانا کوئی آسان کام نہیں کیونکہ اس کو مٹانے میں بسا اوقات انقلابی کو بہت ہی سنگدل بننا پڑتا ہے اسی لئے انقلاب پرور ہمیشہ خوفناک مہیب اور دیو شکل دکھائی دیتے ہیں۔اس میں کوئی شک نہیں کہ بعض مرتبہ انھیں ایسا بھی بننا پڑتا ہے۔مثلاً جب ظالم طبقے (جو بوسیدہ نظام میں مظلوم محنت کشوں کی بے بسی کا ناجائز فائدہ اٹھا کر انھیں لوٹتے ہیں) انقلاب

کی راہ میں رکاوٹیں ڈالتے ہیں اور نئے سماج کی تعمیر میں سد راہ بنتے ہیں تو انقلابی کو سختی سے کام لے کر انھیں ٹھکانے لگانا پڑتا ہے لیکن اس سے یہ نتیجہ نہیں نکالنا چاہیئے کہ انقلابی خصلت سے ہی بے رحم ہوتے ہیں۔ وہ سنگدل بھی ہوتے ہیں اور نرم دل بھی۔ جہاں وہ ظالموں کو جڑ سے اکھاڑنے میں کوئی پس و پیش نہیں کرتے وہاں وہ مظلوموں اور بے کسوں کی حمایت کرنے میں بھی کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھتے وہ جس ہاتھ سے سماج کے دشمنوں اور لٹیروں کو ختم کرتے ہیں اسی ہاتھ سے معصوم محنت کشوں کو .... پلا کر ان کو اپنے پاؤں پر کھڑا ہونا بھی سکھاتے ہیں۔ دونوں چیزیں اُن کے فرائض میں شامل ہیں۔

چھتن نرمی تہ گرمی منزلن منز واتنا وان چھم
نوئن منزلن تہ سفرن منز نوے دُنیا مہ ہاوان چھم
گرزان چھس جنگلن اندر وزان پوشن گلن اندر
یوان چھم زندگی ہند سوز سفرن منزلن اندر
جگر چھس سگرن کتران رفتارس تہ گرمی چھم
مدن وارن بدن ناوان اطوارن تہ نرمی چھم
منز تہ لول چھم بربرورن ہیچین ولن اندر
یوان چھم زندگی ہند سوز سفرن منزلن اندر

(ترجمہ مجھے اپنی نرمی اور گرمی ہر جگہ پہنچاتی ہے مجھے نئی منزلوں میں دیہاں ابھی بوسیدہ سماج زندہ ہے نئی دنیا دکھاتی ہے نیا سماج تعمیر کرنا ہی جہاں میں جنگلوں میں گرجتا ہوں وہاں پھولوں اور چمن زاروں میں رساں)

سمجھتا ہوں مجھے زندگی کا لطف سفر کرنے اور منزلوں کے طے کرنے میں ہی آتا ہے۔
میری رفتار (پیغام) میں اتنی گرمی ہے کہ میں پہاڑوں (سخت القلب انسانوں)
کے جگر کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہوں لیکن خوبصورت (معصوم) لوگوں کے جسم
صاف بھی کر دیتا ہوں (اُن کی مصیبتیں دور کرتا ہوں) میرے اعمال میں ایسی
نرمی بھی ہے۔ میرے مروڑوں۔ منحنی پن۔ الٹ پلٹ میں سادگی اور محبت
بھری ہوئی ہے۔ مجھے زندگی کا لطف سفر کرنے اور منزلیں طے کرنے میں
آتا ہے۔]

انقلابی عیاری کو اپنے پاس بھٹکنے نہیں دیتا وہ جو کچھ کرتا ہے کھلم کھلا
کرتا ہے اور جو بات کہتا ہے بہ بانگ دہل کہتا ہے۔

وڄان يله ناره وڙه ملہ پانہ الراوان کوہن بالن
بہادر جہا اڙان جاسوس لاگت دشمن اندر

(ترجمہ جب بجلی چمکتی ہے تو اپنی طاقت سے) پہاڑوں اور پہاڑیوں کو
ہلاتی ہے۔ بہادر انقلابی جاسوس بن کر دشمنوں کے اندر داخل نہیں ہوتا
(بلکہ اس کو جو کچھ کرنا یا کہنا ہوتا ہے صاف صاف کہہ دیتا ہے)]

ایک اور جگہ کہتا ہے:-

بوالہوس دیوانہ اگُن لولہ دیوانس پڑیا
ہمراز سندر پاکٹھ ڈاگ ہن شیر نیستانس پڑیا

(ترجمہ۔ کیا کسی انقلابی کو ایک غرض مند انسان کی طرح کام کرنا اچھا لگتا ہے؟
کیا جنگل کے راجہ شیر کو بلی کی طرح کسی چیز کو چھین لینے کے لئے عیاری

تاک لگاکر بیٹھنا زیب دیتا ہے ؟)

انقلابی کو سماج کے دشمنوں کے خلاف لڑنا پڑتا ہے ۔ یہ دشمن بہت طاقتور ہوتے ہیں اس لئے انقلابی کی ہر چیز بلکہ آزادی اور جان بھی ہر وقت خطرہ میں رہتی ہے ۔ سماج کی ترقی اور بہبودی کے دشمن کوئی موقعہ ہاتھ سے نہیں جانے دیتے جب بھی انھیں کوئی موقع مل جاتا ہے وہ اس کو تنگ کرتے ہیں ۔ اذیت پہنچاتے ہیں اور اس کی حرکات و سکنات پر پابندیاں لگاتے ہیں لیکن وہ انقلابی ہی کیا جو ان چیزوں سے ڈرے اور اپنے مشن سے باز آجائے

پنجرہ طوطس بلبلس قمرس تہ جلبی کت گراں
دل ہرا ون سختین اندر سخندانس پزیا

[ترجمہ ۔ دنیا میں قفس طوطے ۔ بلبل قمری اور جل کے لئے ہی بنائے جاتے ہیں ۔ (کیونکہ یہ خوبصورت پرندے ہیں ۔ بدصورت پرندوں کو پنجرے میں بند کرکے کون رکھنا چاہتا ہے ؟) اس لئے انقلابی کو ان باتوں سے نہ ڈرنا چاہیئے ۔ نہ ناراض ہونا چاہیئے ۔ تکلیفیں خوبصورت پرندوں یعنی انقلابیوں کے لئے ہی ہوتی ہیں ۔ بوسیدہ سماجی نظام کے حلیفوں (بدصورت پرندوں) کے لئے نہیں مشکلات میں سخندان (انقلاب کے پیغمبر) کو دل برداشتہ نہیں ہونا چاہیئے ۔]

انقلاب پرور کو ہر ایک سختی اور مصائب کا سامنا کرنے کے لئے تیار رہنا چاہیئے ۔ انقلابی سچی بات کہنے سے نہیں جھجکتا اور صاف گوئی کے نتائج بھگتنے کے لئے ہر وقت تیار رہتا ہے ۔ انقلاب پرست وہ ہے جو :-

زرڈگ نارلیس لولہ منز للہ واں روزہ نہ پرن ژہائے
تیرن تہ نیزن سینہ لیس داران کھوژہ نہ گرکہ ونہ کرائے

(ترجمہ:۔ جوانسانی ہمدردی (انقلاب) کی آگ کو گود میں تھپکیاں دیتا رہے ۔ پردوں کے پیچھے پوشیدہ نہ ہو جائے ۔ جو (مشکلات مصائب اور تکالیف) کے تیروں اور نیزوں کے سامنے اپنا سینہ پیش کرتا رہے جو ابلتی ہوئی کڑھائی سے خوف زدہ نہ ہوتا ہو اگر اس میں ڈالا جائے تو اس کے لئے بھی تیار رہے ۔)

انقلابی وہ ہے جو اپنے آپ کو ناموافق حالات میں بھی گھبرا ہوا پاکر پست ہمت نہ ہو جائے بلکہ ہر وقت اس شاندار مستقبل کو پیش نظر رکھے جو نئی سماج کی تعمیر سے پیدا ہونے والا ہے ۔ آزاد یاس پرست انقلابی سے ان الفاظ میں مخاطب ہوتا ہے۔

غوطن منز چھک گژھان بوڈ بوڈ ژہ مجبور
وُچھان چھک پانسی کُن کر نظر دور
مہ بن گرداب بن سیلاب پک برونٹھ
نژان لیس زیادہ لاران زیادہ تس گیور

(ترجمہ۔ تم فکر اور پریشانی میں مبتلا ہو کر بے بس بن رہے ہو اور تم اپنی کس مپرسی کی حالت کو دیکھ کر پریشان ہو رہے ہو (ان باتوں کو چھوڑ کر سماج کے دعالیشان مستقبل کی طرف دیکھو پریشانی کی حالت میں) گرداب کی طرح (اپنی ہی جگہ ٹکے مت رہو) بلکہ سیلاب بن کر آگے بڑھو ۔ یاد رکھو جو آدمی (ایک ہی جگہ گھڑا رہ کر) زیادہ ناچتا ہے اس کو زیادہ چکر آنے لگتے ہیں (زیادہ پریشانی بڑھ جاتی ہے ۔))

انقلاب پرور کے لئے ضروری ہے کہ وہ مخلص ہو۔ اپنی شہرت یا عیش وعشرت کی خاطر اپنے اصولوں کو قربان نہ کرے۔ اسے انقلاب پروری کے لئے اپنی ہر چیز حتیٰ کہ جان عزیز تک ہنستے ہنستے قربان کر دینے کو تیار رہنا چاہیئے۔ یہ اسی وقت ممکن ہو سکتا ہے کہ بوسیدہ سماجی نظام کو مٹا کر اس کی جگہ نئے منصفانہ اور انسانی سماج کی تعمیر کی جا سکے۔ شمع کہتی ہے

ودنس میانس اسہ وُن ترانہ
غمسی منز چھو شادیانہ میون
ادہ گے روشن جہان گٹہ خانہ
گوش تھاو بوزا فسانہ میون

(ترجمہ:- میں روتی نہیں ہنستی ہوں۔ مجھے غم نہیں خوشی ہے۔ میں جلتے جلتے ختم ہو رہی ہوں۔ میری زندگی گذر رہی ہے لیکن پھر بھی میں خوش ہوں کیونکہ روشنی دیتی ہوں جو خوشی کی نشانی ہے۔ جب میں اس طرح جان عزیز کو قربان کرتی ہوں، تب جا کر تہیں اندھیرے مقامات میں روشنی ہوتی ہے۔ کان کھول کر میری کہانی سن)

جو انسان اپنے آپ کو سچائی۔ انصاف اور محبت کے لئے قربان کر دے اُس کی زندگی سپھل ہے وہ اگر مر بھی جائے تب بھی زندہ خیال کیا جاتا ہے۔ آزاد ایک انقلابی نوجوان سے کہتا ہے:۔

چھوئے زندہ روزُن زوِس گندو ناچ گُن
سبق زندگی ہُند ژہ پر نوجوا نو

(ترجمہ۔ اگر زندہ رہنا ہے تو زندگی کے ساتھ کھیل جا اور زندہ رہنے کا سبق پڑھ یعنی معلوم کر لے کہ حقیقی زندگی کس کو کہتے ہیں)

شاعر یاں ژادر (آبشار) سے کہتا ہے:۔

چھک نہ زنس تہ مرنس ڈران
زندگی ہند سفر کران
زندہ گژھاں چھک ژہ مرمرئے
روزی وماہ پان ژادرئے

(ترجمہ۔ تو پیدا ہونے یا مرنے سے نہیں ڈرتا تو صرف یہ جانتا ہے کہ زندگی کا سفر جاری رہنا چاہیئے۔ تو مر مر کے زندہ ہوتا ہے۔ اے آبشار ایک لمحہ کے لئے ٹھہر جا۔)

شاعر نے اس خیال کی مزید تشریح اس طرح کی ہے:۔

زندگیہ ہند سوز یس متے
تس نہ آرام تہ قرار گئے
سو نہ مران زاہ تہ مرمرئے
روزی وماہ پان ژادرئے

(ترجمہ جس شخص کے دل میں حقیقی زندگی کا گیت جگہ کر چکا ہو۔ اس کو نہ کہیں آرام ہے اور نہ چین۔ وہ مر کے بھی زندہ رہتا ہے۔ اے آبشار۔ ایک لمحہ کے لئے ٹھہر جا)

انقلابی کی عظیم قربانی کسی خاص فرقہ یا قوم کے لئے مخصوص نہیں بلکہ تمام

انسانوں کے لئے ہوتی ہے جہاں کہیں بھی اس کو ناانصافی - ظلم - دکھ یا درد دکھائی دے اسے ختم کرنا چاہیئے خواہ اسے اپنی جان ہی کیوں نہ قربان کرنی پڑے۔ اسے تو آزاد کے دریا کی طرح کہنا چاہیئے۔

پُنن پان آیتسن جھم تھاومت سارس جہانس کیوت
پُنن زُو بیش کش تھاوم اینس تہ زمانس کیوت

(ترجمہ - میں نے اپنے آپ کو دنیا (کی خدمت) کے لئے وقف کر رکھا ہے - میری جان ایک فرد کے لئے بھی اور تمام زمانے (عوام کی ترقی اور بہبودی) کے لئے بھی حاضر ہے۔)

جب انسان اپنے پرائے کی تمیز سے بالاتر ہوکر کام کرے تب ہی اس کی قربانی سچی قربانی تسلیم کی جاسکتی ہے اور اسے بہادر کے نام سے یاد کیا جاسکتا ہے شاعر برف کے تودے سے کہتا ہے :۔

پنینن تہ پردن لول باگرانی
چھک پُنن پان گالانئے
مان ولہ ویرو جان قربانی
شینہ مان شلہ بد مانئے

(ترجمہ اوخوبصورت سفید برف کے تودے محبت بانٹتے وقت تو اپنے اور پرائے کی تمیز نہیں کرتا اور اس اچھے کام میں تو اپنی عزیز جان کو بھی قربان کئے جارہا ہے تیری اس عظیم قربانی کو بڑے بڑے بہادر بھی تسلیم کرتے ہیں)

جھوٹے رہنما

یہ قدرتی بات تھی کہ آزاد جیسے اعلیٰ اصول اور بلند مقاصد رکھنے والے انقلابی شاعر کو ابن الوقت اور موقع پرست لیڈر پسند نہ تھے جو انسانیت سے خالی، انقلابی سپرٹ سے محروم ہوں اور جو محض ذاتی اغراض کو پورے کرنے کے ارادے سے پسماندہ عوام کے جذبات کو ابھار کر انہیں گمراہ کرتے ہوں۔ آزاد جانتا تھا کہ ہمارے وطن میں ایسے رہنماؤں کی کمی نہیں۔ ان سے مخاطب ہو کر وہ کہتا ہے:

گوند چھوٹے لوگُت شوبہ دار شیرے
بالا دِرہ پٹھ تر او مژلر
امہ سیت ہرہ گیاہ زہرہ کلہ ہیرے
یزہ شمشیرے گندہ ناہ کر

(ترجمہ۔ تو نے تو بیجے سجائے سر پر گوند (کلغی) بھی لگا رکھی ہے (اپنے جسم کو خوبصورت بنانے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی ہے) بالا دری پر لیٹا ہوا

بھی ہے (رہنے سہنے کے لئے عالی شان مکانات بھی لے رکھے ہیں) لیکن اس سے خالی کھوپڑی میں کیا اضافہ ہوسکتا ہے جب تک تجھ میں انسانیت کے اوصاف پیدا نہیں ہوتے اور جب تک تو سچا انقلابی نہیں بنتا۔ اس وقت تک اس ظاہری شان وشوکت کا کوئی فائدہ نہیں) اس لئے سچائی کی تلوار سے کھیلنا سیکھ)

عوام۔ ظلم۔ غربت۔ ناانصافی۔ پسماندگی اور جہالت کا شکار بنے ہوئے ہوں اور خود غرض لیڈر شان وشوکت سے رہتے ہوں۔ یہ حالت دیکھ کر شاعر سے رہا نہیں جاتا اور وہ کہنے پر مجبور ہوتا ہے :۔

مڑدی چھنہ سون وٹھرن ہیرے
زندہ نک لاگن دارہ تہ بر
سونہ سیرہ لاگنہ تھز کنہ ویرے
پز شمشیرے گندہ ناہ کر

(ترجمہ۔ یہ کوئی بہادری نہیں کہ تم نے اپنے مکان کی) سیڑھیوں پر سونا بچھا رکھا ہے اور گھر میں صندل کے دروازے اور کھڑکیاں لگا رکھی ہیں یا اس کی اونچی بنیادیں سونے کی اینٹوں سے تعمیر کر رکھی ہیں۔ بہادری تو یہ ہے کہ تم سچائی کی تلوار سے کھیلنا سیکھو۔)

ابن الوقت اور موقع پرست رہنما کچھ مدت کے لئے عوام میں ہر دل عزیزی حاصل کرسکتے ہیں لیکن اُن کی عارضی ہر دلعزیزی سے انقلابی مرعوب نہیں ہوتا۔ وہ جانتا ہے کہ غرض پرست۔ ناعاقبت اندیش اور عوام کو صحیح راہ سے گمراہ کرنے

والے لیڈر زیادہ دیر تک میدان میں نہیں ٹھہر سکتے جس وقت سچائی اور انقلاب کا سیلاب آئے گا تو وہ اس میں تنکے کی طرح بہہ جائیں گے:۔

نوِہ زنیچ پران لیڈر ے

نیہ سیمیکھ سیلابن

آس موله تاله ہازی گرییئے

مسندریئے یوزی میان زار

[ترجمہ۔ اس (انقلابی) دور میں پُرانے (رجعت پسندانہ خیالات کے ابن الوقت) رہنماؤں کو نئے (ترقی پرورانہ خیالات کے) سیلاب نے بہا ڈالا۔ درصل وہ (ان کی لیڈری عوام کو منزل مقصود تک لے جانے کے لئے نہیں تھی بلکہ اپنے ذاتی اغراض کو پورا کرنے کے لئے) جادوگری تھی۔ اے خوبصورت دیوی (دوشیزہ) میری آہ و زاری سُن]

جس وقت انقلاب کی رتھ چل پڑے گی اس وقت اس قسم کے ابن الوقت لیڈروں کی قلعی کھل جائے گی۔ جھوٹے رہنما بھاگ جائیں گے اُن کی وہ تمام تدبیریں ناکام رہیں گی جن کے بل بوتے پر وہ عوام کو گمراہ کرتے تھے۔ اُن کی "دانشمندی" جس کا اُن کو گھمنڈ ہے انھیں ختم ہونے سے نہ بچا سکے گی۔

شعلہ کو نرک وتھ لولہ نارس

گاٹہ اخیر ہیو گاٹہ جارس

بازِ موکلاوِ تم باز گرییئے

روزی دماہ پان ثادریئے

(ترجمہ۔ لول (انسانیت) کی آگ سے کو نیر (اتحاد) کا شعلہ بھڑک اٹھے گا نئی سماج

کی تعمیر کے لئے تمام عوام اکھٹے ہو جائیں گے اور جھوٹے رہنماؤں نے اُن میں

جو تفرقہ پیدا کر رکھا ہے وہ ختم ہو جائے گا۔ ابن الوقتی رہنماؤں کی) قابلیت

اور دانشمندی انھیں نہ بچا سکے گی۔ ان جادوگروں کا بھرم خاک میں مل جائیگا

اے آبشار ایک لمحہ کے لئے ٹھہر تو جا)

اس لئے جو لوگ عقلمند ہوتے ہیں وہ ان موقع پرستوں کی چکنی چپڑی باتوں

سے متاثر نہیں ہوتے وہ ہر وقت یاد رکھتے ہیں کہ

نہہ نیہہ کرؤن مال کوت کال پکہ دروکہ مولہ ایز کہ وانہ

سر تلہ کہ وچہ پٹھ یلہ کھارن مولہ تولہ وسہ مولہ ملئے

(ترجمہ۔ جھوٹ کی دکان میں مہنگے داموں یہ چمکتا ہوا مال کب تک فروخت

ہو سکتا ہے جب تانبا کسوٹی پر چڑھایا جائیگا تو وہ اپنی قدر و قیمت خود بتا دیگا

اس وقت ملمع بھی کام نہیں دے گا۔)

دنیا میں ایسے رہنما بہت کم ملتے ہیں جو حق گو اور راست باز ہوں اور

انسانیت کے علمبردار ہوں اور سماجی ترقی کے لئے ہر قسم کی قربانی کرنے کو تیار

اس دور میں ہر شخص اپنے آپ کو انقلابی سمجھتا ہے اور خصوصیت سے ہر وہ تعلیم یافتہ

نوجوان جس نے کسی کالج میں تھوڑی بہت بھی تعلیم حاصل کی ہو۔ اپنے آپ کو ترقی پرور

سمجھنے لگا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ انسانیت کے اوصاف کا مالک انقلابی

بڑی مشکل سے ملتا ہے۔ آزاد کو خود اس کا احساس تھا۔ وہ شکایت

کرتا ہے :-

محفلن منز خوشدلاہ شیرین ہانہ آسہ ہی
بوزہ ناواں سوزہ سان لولک ترانا آسہ ہی
گامہ جاراہ آزہ ماوم زاٹھالسن پھیر پھیر
ولئے تتہ انسان بنہ نگ امتحاناہ آسہ ہی

(ترجمہ۔ کاش محفلوں میں (سماج کے اندر) کوئی بشاش رکھنے والا (شاندار مستقبل کی بشارت دینے والا) خوش کلام انسان بھی ہوتا جو اندرونی ہمدردی کے ساتھ محبت (انقلاب) کے ترانے سناتا میں بہت سے مرحلوں (سیاسی مذہبی، تمدنی۔ ادبی۔ اقتصادی اداروں میں) قابلیت اور ہنرمندی کو پرکھنے کے لئے گیا۔ کاش کسی جگہ انسانیت کا درس دیتے ہوئے دیکھتا (تو میں سمجھتا کہ ہمارا مستقبل روشن ہے)]

وہ لوگ قابل رحم ہیں جو انسانیت اور انقلاب کے اعلیٰ مقاصد کو چھوڑ کر چھوٹی چھوٹی باتوں کے لئے یا اپنے ذاتی اغراض کی خاطر جدوجہد میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کا طرز عمل شاعر کی نظر میں کچھ وقعت نہیں رکھتا:۔

تس درد غزل خوانس صد حیف ہزار افسوس
یس خام خیالن پتھ آرام دِلک رادے
حیران گمت حضرت پھیران معاً خدائی ہیت
یرت کا نہ چھو نہ بے غیرت! ایمان ثنن تراوے

(ترجمہ۔ اس انقلابی کی حالت قابل ملامت اور قابل افسوس ہے۔ جس نے اپنے دل کے چین و آرام کو خام خیالوں (پست مقاصد) کے لئے درہم وبرہم

کردیا ہو۔ ایسے لوگ اپنے کئے پر حیران ہوتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ انھوں نے کوئی بڑی قیمتی چیز ڈھونڈ نکالی ہے لیکن ہر آدمی اتنا بے سمجھ اور بے غیرت نہیں کہ بے ایمان بن کر سچائی سے دیدہ و دانستہ منہ موڑ لے اور اس کی جھوٹی چیزوں کو اصلی سمجھ کر قبول کر لے)

آزاد ہر جگہ اصل اور نقل میں تمیز کرنا سکھاتا ہے۔ جو باتیں انسان کو انسان بنائیں اور آزادی، انصاف، مساوات اور اتحاد کی طرف لے جائیں وہ پائدار اور ہمیشہ رہنے والی ہیں۔ اس لئے انہی کو حاصل کرنے کے لئے تن اور من سے جستجو کرنی چاہیئے۔ اسے جھوٹی اور چمکنے والی چیزوں کو دیکھ کر گمراہ نہیں ہو جانا چاہیئے چاہے وہ کتنی ہی دل لبھانے والی کیوں نہ ہوں کیونکہ وہ دیرپا نہیں ہوتیں۔

پائداری چھ ناوس نہ ورناوس
نہ زہ سرس نہ سازس پیراوس
پوشہ وُن چھا یہ جوشہ ون ناروٖ لیسے
نیری چھاوُ نہ گل نہ گلزار ویسے

(ترجمہ۔ اسی انسان کو پائدار زندگی نصیب ہو سکتی ہے جس نے اپنی زندگی میں نیک اعمال کئے ہیں دُنیا میں سرمہ ساز اور پوشاک (آرائش۔ پروپیگنڈہ یا دولت) کوئی بھی پائدار نہیں (موخر الذکر چیزیں اپنے وقت میں کتنی ہی مضبوط اور چمکدار کیوں نہ دکھائی دیں لیکن یہ ٹھہر نہیں سکتیں۔) کیا زیادہ گرمی پہنچانے والی آگ بھی زیادہ دیر تک زندہ رہتی ہے؟ چل سکھی گل اور گلزار کا لطف اٹھائیں۔)

ایک اور جگہ کہتا ہے :-

کرو بولبو شاہ پوشہ وتن پوشہ بھڑن پیٹھ
ہارنگہ بلبلہ رنگہ ولن چھے نہ بقائی

[ترجمہ - اے ببل (انقلاب کا پیغامبر) چل پھولوں کے جنگلوں میں اور پھولوں کی کیاریوں پر بیٹھ کر آزادی کے) گیت گائیں (جو ہمیشہ رہنے والے ہیں) کیونکہ رنگین (بظاہر خوبصورت) چیزیں زیادہ دیر تک نہیں ٹھہر سکتیں (اس لئے ان میں دلچسپی لینا فائدہ مند نہیں۔]

آزاد کی رائے میں جھوٹا کبھی پنپ نہیں سکتا۔ ایک نہ ایک دن اسے سچائی ختم کر دیتی ہے۔ صرف صبر کی ضرورت ہوتی ہے۔ وقت آنے پر سچ سچ اور جھوٹ جھوٹ ہی ثابت ہوتا ہے :-

ریتہ کول وا تن مولہ مونجہ ولسیرن تولہ کترچہ مندورہ
شتینکش بالن چھلہ چھلہ دالن سونت کالچہ گگرائے

[ترجمہ :- گرمیوں کا موسم (سچائی کا وقت) آنے دو۔ جمے ہوئے پانی کے یہ اونچے اونچے محل (پروپیگنڈہ سے تعمیر کئے ہوئے جھوٹے خیالات) جو تمہیں دکھائی دیتے ہیں ختم ہو جائیں گے اور ان کی بنیادیں ہل جائیں گی۔ ان برف کے پہاڑوں (دبائی آزادی کی تحریکیں) ان کو موسم بہار کی ایک گرج (سچائی کی ایک آواز) ٹکڑے ٹکڑے کر کے نیچے گرا دے گی۔]

انقلاب کی فتح یقینی ہے

آزاد نے شاید ہی کوئی ایسی نظم یا غزل یا رباعی کہی ہوگی جسمیں اس نے اپنے بنیادی مقاصد کا ذکر نہ کیا ہو لیکن اس نے ایک مصرعے میں وہ سب کچھ کہہ ڈالا ہے جو اسکی تعلیم، فلسفہ بلکہ زندگی کا لب لباب ہے وہ کہتا ہے ۔

آزادئین ظلم گالٹ دہم کرن دور ٹئی میوں ہاؤس ٹئی چھو صدائی چھونداموں

(ترجمہ: تمام قسم کی غلامی اور بندشوں سے چھٹکارا۔ وہ سیاسی ہوں یا سماجی۔ اقتصادی یا تمدنی) آزاد ہونا (تمام قسم کے) ظلموں کو ختم کرنا (تمام قسم کے) توہمات کو (لاعلمی، تعصب، جہالت وہم پرستی) دور کرنا ہی میری خواہش ہے۔ یہی میری آواز ہے اور یہی میرا پیغام ہے۔ (کیونکہ اسی کا نام انقلاب ہے اور اسی کو انسانیت کہتے ہیں۔)

آزاد انقلاب کو بچوں کا کھیل نہیں سمجھتا بلکہ اسکی حقیقت سے پورے طور پر واقف تھا اسکو اسکا علم تھا کہ اسکی راہ میں کتنی رکاوٹیں اور مشکلات ہیں۔ وہ انقلابیوں کو مکمل انسان بننے کی تلقین کرتا تھا تاکہ وہ اس قابل بن جائیں کہ اتنا بھاری بوجھ اپنے کندھوں پر اٹھا سکیں اور اسکو منزلِ مقصود تک پہنچانے میں پورے اتر سکیں۔ شاعر کو پتہ تھا کہ اس مہم میں سب کچھ

نچھاور کرنا پڑتا ہے اور ایک انقلابی وقت ضرورت جان کی قربانی سے بھی دریغ نہیں کرتا۔
آزاد انقلاب کے دشمنوں سے غافل نہیں تھا۔ اُنکی طاقت کو بخوبی جانتا تھا لیکن اسکے باوجود
اسکو یقین تھا کہ یہ مشن سچائی پر مبنی ہے اسلئے اسکی فتح میں کوئی شک نہیں ایک نہ ایک دن پُرانا سماجی نظام
مٹ جائیگا۔ اسکا نام ونشان بھی باقی نہیں رہیگا اور اسکی جگہ نیا سماج جنم لیگا۔ جسمیں انسانیت
انصاف۔ اخوت، اتحاد۔ ہمدردی علم اور آزادی کا دور دورہ ہوگا کہتا ہے۔

لولکُ ناریلہ شولہ گژھ ماراں ژھاراں پنہ نوے آون
ظلمک آرہ پل تمہ نستہ تھارن وارہ زری بر بُنز لائے

[ترجمہ جب لول (انسانیت اور انقلاب) کا شعلہ لپلپاتا ہوا اپنی اصلی جگہ ڈھونے جائیگا تو
ظلم کے بڑے بڑے پتھر اس سے اس طرح لرزنے لگیں گے جسطرح بھڑ بوجے کی دکان میں مکی کے دانے]

آزاد کا خیال ہے کہ غلامی اور ناانصافی کا دور خود ہی اپنے اندر ایسے عناصر پیدا کر دیتا ہے
جو اس کو مٹانے کا موجب بن جاتے ہیں۔ غلامی کی قباحتیں اور غلام انسانوں اور قوموں
کے مصائب اور تکلیفوں کو بیان کرنے کے بعد کہتا ہے۔

ولیکن چھویلہ وقت، واتاں برابر پننہ ناولہ نے ڈُباواں غلامی
کراں پیدہ رندن تہ آزاد رائن چھ بنیاد ظلمچ ہلاواں غلامی

[ترجمہ لیکن جب یہ غلامی کے دن پورے ہو جاتے ہیں پھر وہ اپنی کشتی خود ڈبو دیتی ہے (اپنے
ہاتھوں ہی اپنا خاتمہ کر لیتی ہے) غلام قوموں میں رند دنڈر اور جری رہنما اور آزاد منش آزاد رائے
انسان پیدا ہو جاتے ہیں اور اسطرح ان کے پرچار اور رہبری سے ظلم کی بنیادیں ہل جاتی ہیں]

دنیا کی تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ لبسا اوقات جو چیزیں غلاموں کو غلام بنانے کے لئے
کی جاتی ہیں وہی ان کو آزادی دلانیکا موجب بن جاتی ہیں۔ ہندوستان میں برطانوی سامراجیوں

نے ہندوستانیوں کو انگریزی تعلیم اسلئے دی تھی تاکہ وہ سامراجی حکومت کی گاڑی چلا سکیں لیکن اسی تعلیم کی بدولت یہاں ایسے ایسے حریت پرست پیدا ہوئے جنھوں نے بالآخر اس بدیسی حکومت کا خاتمہ کر ہی ڈالا ۔ اسلئے مظلوم کو ہمت نہیں ہارنی چاہیئے ۔ اسکو حوصلہ بلند رکھنا چاہیئے کیونکہ اسکے ساتھ ایک نہ ایک دن ضرور انصاف ہوگا ۔

ردان دل کیا زِہ مظلومس نوان ظالم چھو رسوائی
بنان مظلومنی ہُہندآہ انصافچ کتاب آخیر

(ترجمہ: مظلوم کا دل کیوں رو رہا ہے ؟ اُسکو یقین رکھنا چاہیئے کہ ظالم روز بروز رسوا ہوتا جارہا ہے ۔ مظلوم کی آہیں ہی انجام کار انصاف کی کتاب بنجاتی ہیں ۔ اُنھی کی وجہ سے انصاف کا دور شروع ہوجاتا ہے)

انصاف پرور کی راہ میں خواہ کتنی ہی بڑی رکاوٹیں کیوں نہ آجائیں ان سے اسکو نہیں ڈرنا چاہیئے کیونکہ یہ عارضی ہوتی ہیں ۔ سچائی اور انصاف کی جنگ کبھی ناکام نہیں ہوتی ۔ اسکی قسمت میں ہمیشہ فتح لکھی ہوتی ہے ۔ بعض اوقات ناکامیوں کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے تب بھی کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ یہ بھی آخر فتح کی نشانی ہے ۔ مایوس انقلابی سے شاعر کہتا ہے :-

ہر وہ وِز سے زِہ دل مہ ہار یہ چھو پیام نو بہار تازہ گلن چھو انتظار تازہ دلک بہار کر

(ترجمہ: خزاں (ناکامی) کے وقت تم کو ہمت ہار کر نہیں بیٹھنا چاہیئے ۔ یہ تو آنے والے موسم بہار کی آمد کا پیام ہے ۔ حقیقت یہ ہے کہ اب ہمیں تازہ پھولوں کا انتظار کرنا ہے اس لئے تو بھی رحمت ہارے دل میں ہمت پیدا کردے)

جو انسان بے خوف ہوکر اپنی راہ پر گامزن رہتا ہے اور اپنے مشن کی سچائی پر پورا بھروسہ رکھتا ہے اس کے قدم برابر آگے ہی بڑھتے چلے جاتے ہیں ۔ اسکے سامنے مشکلات اور مصائب کے چٹان بھی

پگھل جاتے ہیں۔ دشمن اسکا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ باد مخالف اسکو پیچھے نہیں ہٹا سکتی

یُس درٕ دٕ ریگستانس مردانہ قدم ترأوے اہرِ یز خنجر نیزٕ زن پوشہ پھولے چھاوے
یس پایہ بڈس ایمان انسان گوہر یکسان سیلاب ہوا طوفان تارن تہہ نزہ ناوے

[ترجمہ جو شخص انقلاب کی پرخار وادیوں میں ہمت کے ساتھ بلاخوف سفر کرتا ہے۔ مخالفوں کی گولیاں خنجر اور نیزے اسکے لئے پھول بن جاتے ہیں۔ جس بلند خیال اور نیک سیرت انسان کا اصول یہ ہو کہ سب انسان ایک ہیں ان میں کوئی اونچ یا نیچ کا فرق نہیں تو خواہ (جدوجہد کے دریا میں) سیلاب آیا ہوا ہو، باد مخالف چل رہی ہو۔ طوفان بپا ہو (تو بھی اسکا کچھ نہیں بگڑ سکتا۔ بلکہ یہی سختیاں) اس کی کشتی کنارے تک لے جاتی ہیں]

بہت سے ابن الوقت اور موقع پرست لیڈر عوام کو فریب اور دھوکے سے انقلابیوں کے خلاف بدظن کر دیتے ہیں اور ترقی پرور تحریکوں کو کامیاب نہیں ہونے دیتے۔ پسماندہ عوام کو سبز باغ دکھا کر گمراہ کرنا انکا پیشہ ہوتا ہے۔ بسا اوقات ایسے پست اخلاق لیڈر انقلابیوں کے لئے زحمت بن جاتے ہیں کیونکہ ایسے لیڈروں کی چکنی چپڑی باتوں سے غلط فہمی میں مبتلا ہو کر عوام انقلابیوں اور سچے ہمدردوں سے نفرت کرنے لگتے ہیں اور انھیں نقصان بھی پہنچانا چاہتے ہیں۔ شاعر کو پورا یقین ہے کہ یہ چیزیں دیرپا ثابت نہیں ہونگی کیونکہ جھوٹے لیڈروں کی یادہ گوئی اور تمام ہتھکنڈے ایک نہ ایک دن بیکار ہو جائیں گے۔ جن لوگوں کے دلوں میں گوہر (اتحاد) اور لعل (محبت) موجود ہو ان کو اس قسم کی باتیں کوئی گزند نہیں پہنچا سکتیں اسلئے انھیں ان سے نہیں ڈرنا چاہئے۔

کیاہ کرن گوہرس تہٕ لولس بازگارن ہنز فریب ڈٕنی واوس گردٕ کھوژن مرد میدانس نیریا

[ترجمہ۔ جادوگروں (جھوٹے اور ابن الوقت لیڈروں) کا دھوکہ گوہر (اتحاد۔ اخوت) اور لعل (محبت انقلاب) کو کیا نقصان پہنچا سکتا ہے (کچھ نہیں)، جو مرد میدانوں میں (آزادی کے) گھومنے کا عادی ہو

(انقلاب جیسی بڑی مہم کیلیئے سر بکف ہو) کیا اسکو دھند یا گرد سے ڈرنا چاہیئے؟ (انقلاب کے دشمنوں کی چالاکیاں اور عیاریاں دھند اور گرد سے زیادہ خطرناک نہیں)]

سچ اور جھوٹ میں صرف یہ فرق ہے کہ سچائی پر چلنے والا انسان جو کام کریگا اس کا اثر بہت گہرا اور دور رس ہوگا۔ اسکے مقابلہ میں جھوٹے کے تمام اعمال ایک نہ ایک دن بیکار ثابت ہونگے۔ ایک سچا انقلابی عام انسانوں کی طرح نہیں ہوتا۔ اسکے چلنے سے بھی ایک طوفان سا بپا ہو جاتا ہے۔

یہ ازلک لولہ دیوانہ چھتا ساں تیز طوفانا   پکان محشر تلان شہرن تہ گامن پرگنن اندر

[ترجمہ۔ جو شخص خصلت سے ہی انقلاب پرور ہو وہ ایک قسم کا تیز طوفان ہوتا ہو جب وہ شہر یا دیہات کے اندر جاتا ہے تو اسکے چلنے سے بھی ایک حشر بپا ہو جاتا ہے۔ اس کی ہر ایک حرکت اپنا اثر ڈالے بغیر نہیں رہتی۔]

کم فہم لوگ اور ابن الوقت رہنما ایک انقلابی کی طاقت اور اثر کا اندازہ نہیں لگا سکتے۔ وہ اس کا مذاق اڑاتے ہیں اور وہ ہوا کے ساتھ اپنی رائے کو بدلنا ہی دانشمندی کا کمال سمجھتے ہیں:-

ورتاوو لیرن ہُند کیاہ زانہ سو بے چارہ   یس گرایہ لگان آسن ہیت آسہ کھستھ کھاوے

[ترجمہ۔ وہ (غیر مستقل مزاج انسان) بہادروں کے افعال کو کیا سمجھ سکتا ہے جو خود بے اصولی کا جوتا پہنے ہوئے ہو اور جس پر کھڑا رہنے کی وجہ سے وہ ہر وقت ہچکولے پہ ہچکولے کھاتا ہو کہ (یہاں کھڑاؤں)]

پیام انقلاب اور صدائے حق میں بڑی طاقت ہوتی ہے۔ اس سے حیرت انگیز نتائج نکلتے ہیں خوابیدہ عوام بیدار ہوتے ہیں۔

آئین دت یم نندرہ موٹھ سا دینداروٗ   سارنے اکی آوازہ سیت وزہ ناوِ دلکہ ساز

[ترجمہ۔ مذہب کے نام پر عوام کو غافل رکھنے والے اور لوٹنے والے (دیندار) دینداروں نے جن لوگوں کو موت کی نیند سلا دیا تھا وہ انقلابی کے دل کی ایک صدا سے بیدار ہو جائیں گے]

ایسے ہی پیام اور ایسی ہی صدا سے بالآخر بوسیدہ سماجی نظام مٹ جائیگا ظلم اور ناانصافی کا دور ختم ہوگا۔ اس کے بعد عوام محبت اور یکسانیت کے اصولوں پر عمل کرینگے:۔

بہارن جوش دیوت پوشن منو شوتُل حجاب آخیر
ہتنگ چون شوقہ سان لولک تہ یکسانک شراب آخیر
دوہن تارن کرِت جاری وطن داری تہ دینداری
پُٹن دوراہ کرِت گو خواجۂ عالی جناب آخیر

(ترجمہ بالآخر (انقلاب کے) بہار نے پھولوں کو کھلا ہی دیا۔ انسانوں نے (سماجی سیاسی۔ اقتصادی۔ تمدنی اور روحانی) غلامی کی زنجیریں توڑ کر پھینک ڈالیں۔ اسکے بعد انھوں نے بڑی سرگرمی سے انسانی اخوت اور انسانی مساوات کی شراب پینی شروع کردی۔ وہ لٹیرے بالائی طبقے جن کو خواجہ اور عالی جناب (کہا جاتا ہے اور) جنھوں نے اپنے ذاتی اور طبقاتی اغراض پورے کرنے کے لئے اور غریب عوام کو لوٹنے کے لئے کچھ عرصہ کے لئے وطن پرستی اور دینداری (فرقہ پرستی) کا جامہ پہن رکھا تھا اپنی حکومت کرکے چلے گئے (انکا زمانہ ختم ہوگیا)]

اب :۔

صبح پھول سولو تھود تُل نقاب آہستہ آہستہ
پرن ہتر بلبلو لولچ کتاب آہستہ آہستہ
گنڈ ژرج سنگرویت گاش آو ہاران نورن پھوترِ
ژھین ژاد ظلم نون دراو انقلاب آہستہ آہستہ

(ترجمہ۔ (انسانیت) کی صبح آگئی اور حسینوں (عام لوگوں) نے نقاب (غلامی کی زنجیریں) ہٹادی (اور آزاد ہوگئے) بلبلوں (اہل وطن) نے محبت کی کتاب (آزادی کے گیت)

آہستہ آہستہ پڑھنی شروع کردی (جہالت لاعلمی تعصب۔ توہم پرستی اور اندھی تقلید کا اندھیرا دور ہوگیا۔ پہاڑوں کے پیچھے سے روشنی نظر آنے لگی ظلم اپنا سر چھپانے کیلئے کسی شگاف کا کونہ ڈھونڈ رہا ہے کیونکہ انقلاب نمودار ہونے والا ہے۔]

اور پھر :-

لولک باغ میون آؤ برجوش پوشہ متہ لالو چھاؤ اشہ پوش

[ترجمہ۔ اب میری طبیعت آزادی، کا باغ پورے جوبن پر ہے۔ اے آزادی کے پروانے اب تو جس قسم کی آزادی چاہتا ہے اس کا مزہ چکھ لے]

جب انقلاب کی فتح ہوگی تو تمام محنت کش جن میں شاعر بھی اپنے آپ کو شامل سمجھتا ہے زندگی کا لطف اٹھائیں گے اور قدرت نے ان کے وطن میں جو بیش قیمت خزانے مہیا کر رکھے ہیں اُن سے فائدہ حاصل کریں گے کیونکہ سرمایہ داری (لوٹ کھسوٹ نا انصافی ظلم) کے دن ختم ہو چکے۔ اب مساوات کا راج ہے :-

نوئن گوشن تہ باغن چھاوِ نا آزاد بلبل پوش

جھو از یاؤن مزورن ہُند بُوجر سرمایہ دارن ہُند

[ترجمہ۔ آزاد بلبل (آزاد لوگ) اپنے آزاد وطن کی نعمتوں سے پورا پورا فائدہ کیوں نہ اٹھائیں کیونکہ اب جوانی مزدوروں (محنت کش عوام) کی ہے اور بڑھاپا سرمایہ داروں (ظالموں) کا یعنی اب عوام کی آزادی کا دور دورہ ہے]

قدرت کی کتاب

آزاد اس دُنیا کو سب سے بڑا اور اصلی مدرسہ سمجھتا ہے اور قدرت کو سب سے زیادہ سچی کتاب اسکی رائے ہے کہ حقیقت میں انسان وہی ہے جو قدرت کا بغور مطالعہ کرے اسکے قوانین کو سمجھے اور پھر ان پر عمل کرے ایسے ہی لوگ کامیاب زندگی بسر کر سکتے ہیں۔ اور جو شخص قانون قدرت کے خلاف چلتا ہے اسے ہمیشہ ناکامی کا منہ دیکھنا پڑے گا۔ شاعر کے سامنے تمام مذاہب اور کتابیں بیکار ہیں۔ اگر انکی تعلیم قانون قدرت کے مطابق نہیں۔ انسانیت کے تمام اوصاف آزاد نے قدرت کی ہی کتاب میں پڑھے تھے۔ وہ پاں ژاور (آبشار) سے کہتا ہے:۔

سوز کیا ہ میوٹھ چانس سازس | تگہ بوزن محرم رازس
چھوے مہ جگرس گژھان ترتریے | زوزی وماہ پاں ژادریے

(ترجمہ تیرے گانے میں گتنا سوز (حقیقت) ہے یہ وہی جان سکتے ہیں جو قانون قدرت کے رازوں سے واقف ہوں۔ تیرا گانا میرے جگر کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے (مجھ پر گہرا اثر ڈالتا ہے) اے آبشار ایک لمحہ کیلئے ٹھہر تو جا)

ایک اور جگہ کہتا ہے:۔

بلبلن ہند سوز درد گسا تہ پیغام بہار   ہر کس او سی لشہ بوزاں بوزن ولئے

(ترجمہ: سننے والے انسان جو قدرت کے رازوں کو جاننے کی قابلیت رکھتے ہیں خزاں کی ہوا سے بلبل کے درد بھرے گیت (انقلاب اور انسانیت کی باتیں، ہمدردی کا گانا (انسانی اخوت کے اصول)، بہار کا پیغام (نئے سماج کے آفرینش کی خبر) سنتے ہیں)

جب انسان قانون قدرت کے بنیادی اصولوں کو ایک دفعہ جان لے اور یہ سمجھ جائے کہ انسانی زندگی کا مقصد کیا ہے تو اس کو ہاتھ پر ہاتھ دھر کر نہیں بیٹھے رہنا چاہیئے بلکہ ان اصولوں پر عمل کرنا چاہیئے۔ اس انسانی زندگی سے کوئی فائدہ نہیں جو تمام بلند اصولوں اور پاک خیالات سے واقف ہوتے ہوئے بھی ان پر عمل نہ کرے۔ قدرت جہاں ترقی۔ انقلاب۔ مساوات۔ اخوت۔ اتحاد اور ایسے ہی دوسرے اصولوں کو ہمارے سامنے رکھتی ہے۔ وہاں ساتھ ساتھ یہ بھی بتاتی ہے کہ اس پر عمل بھی کرنا چاہیئے۔ قدرت میں کوئی ایسا قانون نہیں جس پر وہ خود ہر وقت عمل نہیں کرتی ہو۔ حق تو یہ ہے کہ قدرت ایسے تمام قوانین کو عمل سے ہی دکھاتی ہے جس قانون پر وہ عمل نہیں کرتی وہ اس کے پاس موجود ہی نہیں۔ قدرت کا سب سے بڑا قانون ہے عمل پیہم۔ یہاں ژادر کی زندگی سے شاعر یہی سبق اخذ کرتا ہے۔

زندگی ہند سوز لیس منے   تس نہ آرام نہ قرار سنے
سونہ مران زاہ تہ مرمرئے   روزی دماہ پاں ژادریکے

(ترجمہ: جس انسان کے دل میں زندگی کے گیت نے گھر کر لیا ہو (جو زندگی کے اصلی مقصد کو سمجھ گیا ہو) اس کے لئے نہ کہیں آرام ہے۔ نہ چین۔ وہ مر کے بھی نہیں مرتا اس کی زندگی جاودانی ہے کیونکہ اس کا نام ہمیشہ زندہ رہے گا۔ اے آبشار

زرا ایک لمحہ کے لئے ٹھہر تو جا]

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ قانون قدرت اٹل ہے۔ انسان کی جد و جہد اس میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں کر سکتی جو کچھ تقدیر میں لکھا ہے وہی ہوگا۔ شاعر اُن سے کہتا ہے

نقدیر چھو انسانس نیرُن منز میدانس   یس توگ نہ گندُن جانس بیچارہ گنہگار والے

[ترجمہ۔ انسان کی تقدیر یہی ہے کہ وہ (زندگی کے) میدان میں نکل آئے اور اپنے مقصد اور نصب العین کے لئے اپنی جان پر کھیل جائے۔ جو شخص اپنی جان پر نہیں کھیل سکتا وہ قابل رحم ہے (اس کا جینا بے فائدہ ہے)]

آزاد اپنی نظم "دریاو" میں جس میں شاعر نے اپنے فلسفہ حیات کو قدرے وضاحت کے ساتھ بیان کیا۔ کہتا ہے :۔

ژلان چھم شر حبابن اضطرابن دولن اندر
یوان چھم زندگی ہند سوز سفرن منزلن اندر

[ترجمہ۔ میری دلی خواہش اس وقت پوری ہوتی ہے جب میں کسی نہ کسی قسم کی حرکت میں ہوتا ہوں چاہے وہ حباب ہو۔ اضطراب ہو یا ولولہ ہو۔ مجھے زندگی کا لطف سفر کرنے اور منزلیں طے کرنے میں ہی آتا ہے۔]

لیکن یہ حرکتیں یہ اضطراب اور یہ ولولہ بلا سوچے سمجھے نہیں ہونا چاہیے۔ آزاد عمل کا قائل ہے لیکن احمقانہ عمل کا نہیں۔ وہ ہر وقت عمل کے ساتھ عقل کی ضرورت پر بھی زور دیتا ہے۔ جوش کے ساتھ ہوش کا بھی پرچار کرتا ہے :۔

کر بو لبو شا پوشہ ونن دادہ پوشن منز   آزاد بلبلہ ویانہ ڈلُن چھرئے نہ روا بوز

[ترجمہ: اے آزاد بلبل (انقلابی) پھولوں کے جنگلوں (عوام) اور درد بھرے پھولوں

مظلوموں، غریبوں، غلاموں) میں گیت گا (آزادی کا پیغام پہنچا) لیکن دریا در کھ) اپنے ہوش وحواس کو نہ کھو دینا (کیونکہ) ایسا کرنا جائز نہیں ہے]

ایک اور جگہ کہتا ہے:

یُس ہوش تھاوت روزہِ کنو بوزہِ دِلُک ساز

جو شَس اندر یُس آو تمس راوہ دلُک ساز

[ترجمہ: جو انسان (قدرت کی کتاب کو پہلے) کان لگا کر پورے ہوش وحواس کے ساتھ دل کا گیت (انقلاب اور انسانیت کا پیغام) سنتا ہے (وہی عمل کے وقت کامیاب ہو سکتا ہے) جو شخص صرف جوش میں آکر عمل کرنے کی کوشش کرتا ہے وہ اس گیت کے مقصد کو نہیں پا سکتا]

اسلئے انسان کو چاہئے کہ وہ پہلے ٹھنڈے دل و دماغ سے قدرت کی کتاب کا مطالعہ کرے (انسانیت اور آزادی کے مسائل کو پوری طرح سمجھے اور پھر یہ فیصلہ کرے کہ قدرت اس کو کیا سکھانا چاہتی ہے۔ بغیر سوچے سمجھے تقلید کرنے والا انسان غلطیاں بھی کر سکتا ہے اور بے بنیاد نتائج بھی اخذ کر سکتا ہے۔ "دریاؤ" کہتا ہے:۔

مہ وچھ لہرن ہند ٹن تھرن تنازن لا یہ لائن گُن

گنز آست کو نر میون وچھ مہ وچھ جگرڈن نیایں گُن

کونرتے آسہ یم جاہل وین کتہ عاقلن اندر

یوان چھُم زندگی ہند سوز سفرن منزلن اندر

[ترجمہ۔ میری لہروں کی ناراضگی یا سطحی طور پر پانی کے مختلف حصوں میں جو تنازعے، جھگڑے اور لڑائیاں ہوتی ہیں اُن کی طرف مت دیکھو (ان سے

غلط نتیجے مت نکالو) میں گہرا ضرور ہوں لیکن ایک ہوں (اسی طرح انسان گو بے شمار ہیں لیکن ایک ہیں) یہی سبق تم سیکھو اگر (سماج میں) اتحاد و اتفاق نہ ہو تو یہ جاہل (پسماندہ غریب لوگ) کس طرح عقلمندوں میں رہ کر زندگی بسر کر سکتے ہیں اور ترقی کر سکتے ہیں۔]

انسان کا عمل مکمل اور موثر ہونا چاہیئے۔ اس کا مقصد بھی عاقلانہ ہونا چاہیے یہی آزاد کے فلسفہ حیات کا نچوڑ ہے جب ایک دفعہ انسان نے کافی غور و خوض کے بعد اپنا منتہائے مقصود طے کر لیا تو اس کو پھر کس طرح عمل کرنا چاہیئے اسکو "دریاؤ" نے اس طرح بیان کیا ہے۔

کمن سنگین قلاین تہ بلاین پان چھاواں چھُس
پُھٹن چھکراونہ آمت کونر بیہ سوبزاواں چھُس
ژٹاں سنگرتہ ٹھاسان بال پھیران جنگلن اندر
یواں چھم زندگی مُہند سوز سفرن منزلن اندر
ہٹھن پیرن سنن وگنن ژٹت والاں چھُس پوشہ
درٕن تکرٕن تھرٕن سر ٹھہ گرُھت ڈالان چھُس پاہوشہ
نہ چھم تھارُن نہ دل ہارُن میہ نیائن گانگلن اندر
یواں چھم زندگی مُہند سوز سفرن منزلن اندر

[ترجمہ: میں مضبوط دیواروں اور مہیب آفتوں سے ٹکر لیتا ہوں اور پھر جو پانی اِدھر اُدھر ہو جاتا ہے ان کو جمع کر لیتا ہوں تاکہ اتحاد و اتفاق قائم رہے۔ میں پہاڑیوں کو کترتا اور پہاڑوں کو ٹھکراتا جنگلوں میں پھرتا ہوں۔ مجھے زندگی کا لطف سفر کرنے اور منزلیں کرنے میں آتا ہے۔]

[میں کناروں کو، بندوں کو، گہری جگہوں کو کم آب مقامات کو (ہر قسم کی غیر یکسانیت کو کاٹتا (یکساں بناتا) رہتا ہوں مضبوط اور زوردار (زبردست اور طاقتور انسانوں اور طبقوں کی طرف اشارہ ہے) کے اوپر سے نکل کر ان کے ہوش و حواس بگاڑ دیتا ہوں میں جھگڑوں اور مصروفیتوں سے گھبراتا نہیں۔ نہ دل ہار کر بیٹھ جاتا ہوں مجھے زندگی کا لطف سفر کرنے اور منزلیں طے کرنے میں آتا ہے۔]

آزاد کی نگاہ میں وہ لوگ جاہل ہیں جو اپنے کہے پر خود عمل نہیں کرتے اُن کی تمام تعلیم اور دانشمندی بیکار ہے۔ سچا انقلابی اُن کے اندر پنپ نہیں سکتا۔ اس کی زندگی کا مقصد ہی ان میں رہنے سے فوت ہو جاتا ہے

بو روزاہ سوز دل تراوت سرن سنزن تالاون منز
بو وتھراسینہ فیرن عیشہ مت ڈونگن تہ ناون منز
یوان چھا کارہ وارس وار جاہل کاہلن اندر
یوال چھم زندگی ہند سوز سفرن منزلن اندر

ترجمہ۔ کیا میں دل کا لطف چھوڑ کر چھیلوں اور گہرے تالابوں میں رہ سکتا ہوں؟ کیا میں اپنا سینہ اسلئے فرش راہ کروں کہ عیش پرست ڈونگوں اور کشتیوں میں سیر کریں؟ کیا ایک محنتی کارکن جاہلوں اور کاہلوں میں آرام سے زندگی گذار سکتا ہے؟ مجھے زندگی کا لطف سفر کرنے اور منزلیں طے کرنے میں ہی آتا ہے)

"عمل۔ عمل اور عمل" یہ ہے ہمارے شاعر کا پیغام اور اسکو اس نے دریا کی زبان سے اس طرح ادا کیا ہے:-

بو چھس خوش دورہ دورن زور شورن ہند سٹھاہ چھم جاو
بکُن بے خوف تراوں رو پھوٹن کیاہ گو تھکُن کت ناو

پَٹن بل آزماوُن چھُس پھساوُن مشکلن اندر
یوان چھم زندگی مُہند سوز سفرن منزلن اندر
ییٚنگ گژھ نگ زنگ مرنگ نہ چھُم پروانہ چھم کانہہ غم
نہ چھس حیران واتن کم نہ چھُم پھیران گے کم کم
چھ ییتھ وہم تہ وسواس آسان بُزدلن اندر
یوان چھم زندگی ہند سوز سفرن منزلن اندر

[ترجمہ: میں دوڑنے بھاگنے میں خوش ہوں۔ مجھے زور و شور (سے عمل کرنے) کا بہت چاؤ ہے۔ میں بے خوفی سے آگے بڑھنا چاہتا ہوں۔ مجھے یہ معلوم نہیں کہ ٹوٹنا کس کو کہتے ہیں اور تھکنا کس چیز کا نام ہے۔ مجھے اپنی طاقت کو آزمانا ہے اور (ایسا کرنے کے لئے) اپنے آپ کو مشکلات میں پھنسانا ہے (اپنے مقصد کو حاصل کرنے کے لئے مشکلات میں پھنسنا پڑے تو کوئی غم نہیں) مجھے زندگی کا لطف سفر کرنے اور منزلیں طے کرنے میں ہی آتا ہے۔

مجھے (کسی کے) آنے کی یا (کسی کے) جانے کی کسی کے پیدا ہونے کی یا کسی کے مرنے کی نہ کوئی پروا ہے نہ غم۔ نہ میں حیران ہوں کہ کون (نئے لوگ) آئیں گے نہ یہ افسوس ہے کہ کون کون (لوگ) چلے گئے۔ ایسے ایسے وہم اور وسواس بزدل (انسانوں میں پائے جاتے ہیں (جس نے قدرت کی کتاب پڑھی ہو وہ جانتا ہے کہ ابتدائے آفرینش سے پیدا ہونے اور مرنے کا اصول عمل میں ہے۔ اس لئے اس کا کیا افسوس۔ دانشمند انسان کو یہ خیالات نہیں ستاتے) مجھے زندگی کا لطف سفر کرنے اور منزلیں طے کرنے میں ہی آتا ہے]

کشمیری ادب اور آزاد

آزاد کی زبان سلیس اور سادہ ہے وہ کسی لفظ کو بے جا یا غیر ضروری طور پر استعمال کرنا نہیں جانتا۔ اس کی نظموں اور غزلوں کے مطالعہ سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اس کے ذہن میں کشمیری زبان کے الفاظ کا کتنا بڑا ذخیرہ موجود تھا۔ وہ الفاظ کو موقع اور محل پر استعمال کرنا خوب جانتا ہے۔ کشمیری زبان میں بہت سی دوسری زبانوں کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔ لیکن آزاد غیر زبانوں کے صرف انہی الفاظ کو استعمال کیا کرتا تھا جو صحیح طور پر زبان کا جزو بن چکے تھے۔ کشمیری زبان، الفاظ اور محاورات کے لحاظ سے کتنی مالا مال ہے۔ اس کا اندازہ آزاد کی شاعری سے لگایا جا سکتا ہے۔ آزاد کی شاعری کو دیکھ کر ایک تعلیم یافتہ کشمیری بھی حیران رہ جاتا ہے کہ آزاد جیسا شاعر ایک لفظ کو مختلف معنوں میں اور مختلف الفاظ کو ایک ہی معنی کے لئے کس خوبی سے استعمال کر جاتا ہے۔

اگر ایک طرف آزاد غیر زبانوں کے الفاظ کو استعمال کرنے میں محتاط ہے تو دوسری طرف وہ کشمیری زبان کی لغت (VOCABULARY) کو زیادہ سے زیادہ

وسیع بنانے کا بھی بڑا شوقین ہے - اس مقصد کے پیش نظر وہ اُن تمام الفاظ کو کام میں لاتا ہے جو کشمیری میں بولے جاتے ہیں - کشمیری زبان میں کچھ الفاظ ایسے ہیں جو صرف ہندو استعمال کرتے ہیں اور کچھ ایسے بھی ہیں جو صرف مسلمان بولتے ہیں - آزاد ان میں کوئی فرق گوارا نہیں کرتا - اگرچہ وہ بپیدائشی مسلمان تھا - اس نے اپنی شاعری میں دونوں فرقوں کے الفاظ بلا کسی رکاوٹ کے استعمال کئے ہیں - اسی طرح آزاد کو اگر اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کوئی تشبیہ دینی ہو یا نکتہ سمجھانا ہو تو وہ کسی خاص فرقے یا مذہب کی کہانیوں اور روایتوں سے امداد نہیں لیتا بلکہ یکساں طور پر ہندوؤں اور مسلمانوں کے مذہبی اعتقادات کا حوالہ دیتا ہے - اپنے وطن کی سب سے بڑی ندی ویتھ روتسا (جہلم) سے خطاب کرتے ہوئے کہتا ہے :

بیندازن مہا سندرئے　　　چوں مالیوں تل پاتال

ہندر ندہ چان نامادرئے　　　سندرئے بوزی میان زار

[ترجمہ :- اور راجا اندر کی خوبصورت ترین بیٹی تیرے باپ کا گھر نیچے پاتال میں ہے

(تو زمین کے نیچے سے آتی ہے) تیری شہرت ہندوستان کے دور دور علاقوں

میں پھیلی ہوئی ہے - او سندر دیوی میری آہ زاری سُن]

اس شعر میں کشمیر کے ہندوؤں کے گرنتھ نیل مت پُران کا حوالہ ہے جس میں کشمیر کی قدیم جغرافیہ کی داستان درج ہے اور یہ بیان کیا ہے کہ دریائے وتستا کوئی معمولی دریا نہیں بلکہ ایک دیوتا کی لڑکی ہے -

دریا کے متعلق ہی دوسری ایک لمبی نظم "دریاؤ" کا آخری شعر یہ ہے :-

پیام کل شی حی چھہ میانن ولولن اندر
لیوان چھم زندگی ہند سوز سفرن منزلن اندر

[ترجمہ: میرے ولولوں میں کل شی حی (ہر چیز زندہ ہے) کا پیام ہے۔ مجھے زندگی کا لطف سفر کرنے اور منزلیں طے کرنے میں ہی آتا ہے]

یہ اشارہ قرآن کی آیت کی طرف ہے۔

آزاد کی نظمیں بہت شیریں ہوتی ہیں۔ ان کی آسان زبان سونے پر سہاگہ کا کام دیتی ہے۔ اس نے کم پایہ شاعروں کی طرح پست جذبات کو ابھارنے کی کسی جگہ کوشش نہیں کی۔ وہ انسانوں کو انسانیت سکھاتا ہے اور ان کو گمراہی سے بچانا چاہتا ہے۔ پسماندہ لوگ اس شاعر کو پسند کرتے ہیں جو ان کی پسماندگی کی تعریف کرے اور ایسے گیت گائے جو انھیں اسی کیچڑ میں پھنسائے رکھے۔ آزاد اس چیز کو پسند نہیں کرتا ہے اس لئے اس کو بار بار ایسی باتیں کہنی پڑی ہیں جو عوام کے جذبات۔ خیالات اور عقائد سے ٹکراتی ہیں لیکن وہ ایسا کرنے سے نہ ڈرتا ہے نہ جھجکتا ہے وہ اپنی کڑوی باتوں کو ایسی مدھر زبان میں ادا کرتا ہے جو ایک دفعہ اس کے پاک و بلند خیالات سمجھ جائے اور ان کے مطلب کو ذہن نشین کرے وہ شاعر کے ایک ایک شعر پر فریفتہ ہو جاتا ہے۔ حق تو یہ ہے کہ کوئی انقلابی آزاد کی نظموں اور غزلوں کو کسی طرح نظر انداز نہیں کر سکتا۔ کیا کوئی محب وطن کشمیری ہے جو "انقلاب ان"۔ "لولک باغ میون"۔ "بزرچ رزہ لم"۔ "پانسر ادر"۔ "دیتھ"۔ "وچ یار"۔ "وطنک سوز"۔ "دِلک ساز"۔ یا آزاد کی ایسی ہی دوسری نظموں کے ایک ایک بند کو لطف لئے بغیر پڑھ سکتا ہے؟

آزاد کو (alliteration) کا بڑا شوق تھا۔ وہ لسانیات ہم آواز

الفاظ کو استعمال کرتا تھا۔

ساز ڈکس شوبی ژہ سون ونتہ یہ کیاہ گئی ونن
دور ژجک پھوجک ونن نورہ برژ مشالئے
زونہ ژہ چونہ چھک جران سازکراں ژہ دِن بران
تھہ گٹے ژہ کیاہ کران روپہ ونج گوپالئے
در دئے پھٹت یہ لولہ زر بردہ ژٹت رٹت تھور
چھاسو کھٹت ونن اندریم ژہ کرکھو بالئے

پہلے شعر میں ونن (کہا ہوا ٹھیک ثابت ہونا) اور ونن (جنگلوں میں) دوسرے شعر میں جران (جڑنا) کران (کام کرنا) بران (پورا کرنا)۔
تیسرے شعر میں پھٹت (پھوٹنا) ژٹت (کاٹنا) رٹت (پکڑنا) اور کھٹت (پوشیدہ رہنا)
اسی طرح ایک ہی لفظ کو کئی معنوں میں استعمال کرنا بھی آزاد کی خاص صفت ہے:۔

عانک پاٹھ چھک ژہ نہ پرزلانی ۔ عانک پرزلن عانئے
عانہ چون ازلئے اوس پرزلانی   شینہ مان شلہ پدمانئے
عانک (آئینے کی) عانئے (عارضی، یونہی) عانہ (خصلت)
ایک جگہ ۔۔۔ کہتا ہے :۔

آیہ پھول پھول پوشہ دنہ پوش دارے
دار یہ چھاوان لچھ بزہ اچھ دارے
جایہ جایہ پھیر مشکن دار وسئے
نیری چھاونہ گل تہ گلزار وسئے

پوشہ وتہ اجو کافی دیر تک زندہ رہیں) اور پوشہ وارے (پھولوں کے چھوٹے باغ) آزاد سنجیدہ مزاج فلسفی تھا۔ اس کے دل میں مظلوموں اور بیکسوں کے لئے درد تھا۔ اس کی روح سماج کی ناانصافیوں کو دیکھ کر تڑپتی تھی لیکن وہ جذبات سے کھیلنا نہیں جانتا تھا۔ بلکہ اس کو ناپسند کرتا تھا۔ وہ عقلیت پرست تھا۔ دلائل اور منطق کو استعمال کر کے عوام کو بیدار کرنا چاہتا تھا۔ وہ اپنے مشن کو بچوں کا کھیل نہیں سمجھتا تھا۔ اس لئے اس نے اپنی نظموں اور غزلوں کو کبھی پست سطح پر نہیں آنے دیا لیکن کبھی کبھی وہ مزاحیہ انداز میں بھی کچھ کہدیا کرتا تھا۔ خاص کر اس وقت جب وہ سیاسیات حاضرہ کے متعلق کچھ کہنا چاہتا تھا تو اس طریق کلام کو ترجیح دیتا تھا شاید اس لئے تاکہ جابر حکام کے ظلم وستم کا شکار نہ بن جائے۔ اس نے مزاحیہ غزل "مدن وارد لگے پاری" میں مظلوم کسان کی جو درد بھری داستان کاشتکار کی زبان سے کہی ہے وہ رہتی دنیا تک کشمیر کی موجودہ سیاسی، سماجی اور اقتصادی حالت کی آئینہ دار رہیگی۔

آزاد کشمیر کے بہت بڑے شاعروں میں تھا۔ اس کا مقابلہ دنیا کے بڑے بڑے شاعروں سے بھی کیا جاسکتا ہے۔ گو وہ انگریزی زبان سے بالکل ناواقف تھا لیکن اس نے اردو کتابوں کے مطالعہ سے اس زبان کے شاعروں کی نسبت تھوڑی سی واقفیت حاصل کر لی تھی۔

انگریزی زبان کے شاعروں میں سے آزاد کا مقابلہ تین سے کیا جاسکتا ہے اول ٹینی سن، دوم ورڈس ورتھ اور سوم شیلے۔

ٹینی سن کی طرح آزاد بھی اخیر عمر تک عمل پر زور دیتا رہا۔ "بیدار ہو جاؤ، بیکار مت ہو۔ آگے بڑھو"۔ یہی ٹینی سن کی تعلیم تھی اور آزاد کی بھی

کونر یکساں چھس ژہاراں لاراں یوت ماراں پان

"اپنے مقاصد (اتحاد۔ یکسانیت اور انقلاب) کو حاصل کرنے کے لئے میں جدھر بھی پہنچ سکتا ہوں دوڑتا ہوں"۔ یہی پیغام ٹینی سن کی بہت نظموں میں ملتا ہے۔

ورڈس ورتھ قدرت کا پوجاری تھا اور اس کی خوبصورتی پر فریفتہ۔ یہ چیزیں آزاد کی نظموں میں بھی بکثرت ملتی ہیں

پاں ژادر (آبشار) کے چند بند ملاحظہ ہوں۔

چھک ژہ بے تاب سیمابک پاٹھ
لوکہ چارکہ حُبابک پاٹھ
ہکہ یواں بگہ بر برئے
روزی دماہ پاں ترادرئے
دورہ ڈیو ٹھُم چوں پرتھا
نورہ ژادر ژن برھوا
مختہ جالرن چوںہ جرجریئے
روزی دماہ پاں ژادرئے

(ترجمہ: تو سیماب کی طرح بے تاب ہے یا بچپن کے ایک ولولے کی طرح تو تیزی سے آتا ہے (جس طرح چشمے سے) اُبھرتا ہوا پانی۔ او آبشار ایک لمحہ کے لئے ٹھہر تو جا

میں نے دور سے تیرا پیر تو دیکھا (میں سمجھا) کہ نور کی ایک چادر ہوا پر

پھیلی ہوئی ہے ۔ یا جیسے موتی کی جھالر جس میں نگینے اور ہیرے جڑے ہوئے ہوں ۔ او آبشار ایک لمحہ کے لئے ٹھہر تو جا]

شینہ مان (برف کے تودہ) سے کہتا ہے ۔

سو ورہ منزہ در ایک گرایہ ماراتی ۔ یادنگ باغ پھاوانئے

ترلشیہ ہغر بوترات چھے ژہ کر لشانی ۔ شینہ مان شلہ پدملنئے

لول کیاہ سوزنک مالس کرانی ۔ ڈول جان آیہ آسمانئے

ونہ چ وگنہ چھے کھونہ للہ وانی ۔ شینہ مان شلہ پدملنئے

[ترجمہ ۔ سمندر سے تو جسم کو ہلاتی ہوئی نکلی (اشارات بخارات کی طرف ہے) پھر اپنی جوانی کے باغ کا لطف اٹھایا ۔ پیاسی زمین تیرے لئے ترستی ہے ۔ او خوبصورت برف کے تودے ۔

والدین نے تجھے کس محبت سے سسرال بھیجا ۔ تیری ڈولی آسماں سے اتری اور جنگلوں کی دیویاں تجھے اپنی گود میں لئے پھر رہی ہیں ۔ او خوبصورت برف کے تودے]

ونج یار (جنگل کی چیڑ) سے کہتا ہے ۔

آرہ ۔ پاں ژادورہ ۔ کولہ ۔ رادجاری

چھی کران ناز بردار سئے

سوزہ وال ساز ندر نہ سیتاری

سگ دتوی کم ونج یار سئے

رنگہ وارہ ڈیٹھک پٹھ سورس یاری

سازس نہ سوز گوم جارئے

اِند اِند آسیم ژراٹہ باج ساری
سگ دتوی کم ونج یار ئے

(ترجمہ:- نالے ۔ آبشار ۔ نہریں اور ندیاں جو ہر جگہ بہہ رہی ہیں تیری ناز برداری میں مصروف ہیں ۔ یہ تیرے سازندر اور ستار بجانے والے ہیں ۔ مجھے بتا کہ تیری جڑوں میں کون پانی دیتا ہے جو تو اتنی سرسبز ہے ۔)

میں نے تم کو سورس یار (گاؤں کے رنگہ وارِ د جنگل) میں دیکھا (آزاد اس گاؤں کے مدرسے میں استاد تھا) تیرے دیکھنے سے میری شاعری اُبھر آئی اور میرے منہ سے گیت نکلنے لگے ۔ میرے ارد گرد میرے تمام شاگرد بیٹھے ہوئے تھے مجھے بتا اور جنگل کی چیڑ ۔ تیری جڑوں میں کون پانی دیتا ہے ۔ جو تو اتنی سرسبز ہے]

انگریزی زبان کے مشہور شاعر شیلے (Shelley) کی طرح آزاد بھی قدرت کے مختلف مناظر میں ایک ہی طاقت پوشیدہ پاتا ہے ۔ "دریاؤ" کہتا ہے ۔

دِتم پرواز ابرس راحتک تاثیر بارنس
دِلم یم نیل جامہ تہ لاجوردی جامہ اسمانس
ژلان چھس ہول گگراین تہ شولان وزہ ملن اندر
یوان چھم زندگی ئہند سوز سفرن منزلن اندر

(ترجمہ ۔ میں نے ہی بادل کو چلنے کی قوت دی ۔ میں نے ہی بارش میں راحت کی تاثیر بخشی ۔ میں نے ہی یہ نیلے اور لاجوردی لباس آسمان کو پہنائے ۔ میں ہی گرج میں شور پیدا کرتا ہوں اور میں ہی بجلی کو بھی چمک دیتا ہوں مجھے زندگی کا لطف

سفر کرنے اور منزلیں طے کرنے میں آتا ہے]

آزاد کی نظم "دریاؤ" کافی لمبی ہے لیکن اس کا ایک ایک لفظ اُس نے چُن کر استعمال کیا ہے۔ اس نظم کا مقابلہ انگریزی زبان میں شاعر گرے کی Grays Elegy سے کیا جا سکتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ گرے نے وہ نظم گیارہ سال میں لکھی لیکن آزاد نے "دریاؤ" کو چند ہفتوں کے اندر اندر مکمل کر دیا۔ زبان خیالات۔ تخیل اور فلسفہ کے لحاظ سے نظم اتنی اچھی اور بلند پایہ ہے کہ اگر شاعر نے اپنی عمر میں اس کے سوا کچھ بھی نہ لکھا ہوتا تو بھی کشمیری ادب میں اس کا نام ہمیشہ کے لئے زندہ رہتا۔ جب تک "دریاؤ" کے پڑھنے والے موجود ہیں آزاد کا نام روشن رہیگا۔

شاعر کی خود اعتمادی

آزاد خود بھی موجودہ بوسیدہ سماج کا ایک فرد تھا۔ اس لئے وہ اس کی اندرونی بیماریوں اور ان سے پیدا ہونے والے مصائب اور تکالیف سے۔۔۔۔ پوری طرح واقف تھا۔ اس لئے اس نے اپنی نظموں میں بار بار اس کا اظہار کیا ہے۔ چنانچہ وہ شمع کی زبان سے خود کو اس طرح مخاطب کرتا ہے۔

آزاد وہ میٹھ کیاہ چان یم ترانہ
ژہ لیوکھت جان افسانہ میون
دزہ نگ دود زانہ دود مت پانہ
گوش تھاو بوز افسانہ میون

(ترجمہ: اے آزاد تیرے ترانے کتنے مدھر ہیں تو نے میرا افسانہ خوب لکھا ہے (کیوں نہیں لکھتے) جلنے کا درد وہی جانتا ہے جو جل چکا ہے (تو بھی سماج کی بیماریوں کا ستایا ہوا ہے اس لئے میری طرح جل رہا ہے) کان دھر کر میرا افسانہ سن]

آزاد چاہتا تھا کہ جس طرح اُس نے بوسیدہ سماج کی اصلیت کو جان لیا ہے اور وہ اسکی بیماریوں کو سمجھ گیا ہے۔ اسی طرح اس کے ہم وطن بھی ان چیزوں کا محسوس کریں اسکو اس بات کا بہت افسوس تھا کہ اسکے ہم وطن بہت پسماندہ ہیں جہالت کی نیند میں ایسے مست پڑے ہوئے ہیں کہ انھیں اپنی حالت بد کا بھی احساس نہیں۔ شاعر کی صدائیں ان کے لئے بیکار ہیں۔ اس کو شکایت تھی کہ اس کے ہم وطن نفاق، غلامی، توہم پرستی جہالت اور غربت جیسی بیماریوں کا شکار ہوتے ہوئے بھی غیر سنجیدہ باتوں میں اپنا وقت گذارتے ہیں اور اس کی انقلاب پروانہ اور حریت پرستانہ باتوں پر کم دھیان دیتے ہیں۔ آزاد کو اس کا احساس تھا کہ اگر وہ بھی اپنے بلند خیالات اور اعلیٰ مقاصد کو ترک کر کے پست قسم کے مشغلوں میں دلچسپی لینا شروع کردے تو پسماندہ عوام اسکے کلام کو غور سے سننے لگیں گے اور اسکی ہر جگہ عزت ہوگی

کیاہ وَنان آزاد کُس بوزان تمُسند دردِ دل
زاہ تہ لیکھان زلف و خالکُ داستانہ آسہ ہا

(ترجمہ۔ آزاد کیا کہتا ہے؟ (معلوم نہیں کیا کہتا ہے کیونکہ) کون اس کے دل سے
نکلے ہوئے گیت سنتا ہے؟ کاش کبھی وہ زُلف اور خال (یعنی دل لگی) کی
کہانیاں سناتا (تو مزہ آتا اور ہم بھی سنتے)۔)

لیکن نہیں ہمارا شاعر اس کام کے لئے پیدا نہیں ہوا تھا وہ پست اور رکیک خیالات کا پرچار کرنے کے لئے زندہ نہیں تھا۔ وہ انسانیت، آزادی، سچائی اور انقلاب کا پیغامبر تھا وہ انسان کو انسانیت کا درس دینے آیا تھا۔ اسلئے وہ جب تک زندہ رہا۔ اس مشن کو پورا کرنے میں لگا رہا۔

چھک ژہ حُسنک تہ لولک افسانہ

بن مہ اسنک نہ گِندنک سامانہ

پانہ گلشن پانہ چھک بہار روسٔے

نیری چھاونہٕ گُل تہ گلزار روسٔے

(ترجمہ۔ اے سکھی۔ تم توحسن (نیا سماج) اور لول (انسانیت) کا پیغام ہو۔ تم ہرگز ہنسی، مخول اور کھیل کود (پست خیالات) کا سامان نہ بنو۔ تم خود گلشن اور خود بہار ہو۔ چلو ہم گُل وگلزار (انسانیت کے اعلیٰ مقاصد) کا لطف اٹھائیں)

آزاد کو پورا یقین تھا کہ انقلاب اور آزادی کے گیت ہی مدھر ہیں۔ کیونکہ یہ سچے اور ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ وہ جانتا تھا کہ غلام قوموں اور ملکوں میں یہ گیت خالی از خطرہ نہیں۔ لیکن اُسے اس کی پروا کب تھی۔ وہ کسی قیمت پر بھی خیالات کی آزادی کو فروخت کرنے کے لئے تیار نہیں تھا۔

غلامی منزٕ تہ آزادس چھ آزادی خیالن ہنز

ییس ماژکھ خداوندن ییس مادیون حساب آخر

(ترجمہ۔ غلام سماج کے اندر رہ کر بھی آزاد کے خیالات آزاد ہیں۔ کیا کہیں (سیاسیات، مذہبیات اور مجلسیات کے) خداوند ناراض تو نہیں ہوں گے؟ کہیں (اپنی اس آزاد طبیعت کے لئے) اسکو حساب تو نہیں دینا پڑے گا؟)

لیکن یہ ڈر شاعر کو خوف زدہ نہیں کرسکا وہ اپنے مشن کو کسی قیمت پر چھوڑنے کے لئے تیار نہیں تھا کیونکہ

آزادی ثمند سوز لگمت میوٹھ آزادس

خاموش روزت عالمس بوزہ ناوِ دِلک ساز

(ترجمہ - آزادی کا گاتا آزاد کو بہت مدھر دکھائی دیا ہے. خاموش رہ کر بھی وہ دنیا کو اپنے دل کے دسچائی کے ترانے سناتا رہے گا)

آزاد تو دنیا میں آیا ہی اس لئے تھا۔ وہ تو ایک لمحہ بھی اس کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا تھا۔

سنر دگنیار سمارک بو وچھنے آس سمارس
یے ژھوہ مارنس گیوت چھس دوہس راتس پوہس ہارس
غلام ما چھس نہ کانہہ تھاویم ہ پنجرن ہانکلن اندر
یواں چھم زندگی ژھند سوز سفرن منزلن اندر

(ترجمہ - میں دنیا میں اس لئے آیا ہوں تاکہ سماج کا اتار چڑھاؤ دیکھوں - اسی اصلیت کو دیکھنے کے لئے دن اور رات، پوہ (سردی) اور ہار (گرمی) میں (غرضیکہ ہر لمحہ) پھرتا رہتا ہوں - میں کسی کا غلام نہیں ہوں کہ کوئی مجھے قفس کے اندر یا زنجیروں میں جکڑ دے۔ مجھے زندگی کا لطف سفر کرنے اور منزلیں طے کرنے میں ہی آتا ہے۔)

اس لئے یاد رکھو کہ آزاد کی باتیں معمولی شاعروں کی طرح محض دل لبھانے والی نہیں۔ یہ انقلاب اور آزادی کا پیغام ہیں۔

بوزی لولگ نادلو لرے چھی نہ آلو آزادن
بچہ نغمہ تہ سازندرئے۔ سنارئے بوزی میہان زار

(ترجمہ اے معشوق محبت (انقلاب) کے پیغامات سن - آزاد کے گیت "بچہ نغمہ" یا "سازندری" (ایسا گانا بجانا جو عیش پرست محض دل لبھانے کے لئے

سنتے ہیں (یہ اشارہ پست خیال شاعری کی طرف ہے) نہیں ہیں (یہ تو وزن دار
اور گہرے معنی رکھنے والے گیت ہیں۔) اے سندری میری آہ و زاری
سُن لے]

خوابیدہ اور جاہل عوام کو بیدار کر کے پسماندگی۔ توہم پرستی اور جہالت کے
چکر سے نکالنا کوئی آسان کام نہیں۔ بوسیدہ سماجی نظام کو مٹا کر اس کی جگہ نیا منصفانہ
سماج قائم کرنا ایک بہت مشکل کام ہے۔ لیکن شاعر کی نگاہ نئی پود پر ہے۔
نوجوانوں پر ہے۔ وہی اس کی امید ہیں۔ وہ ان کو بار بار نصیحت کرتا ہے
کہ اس عظیم الشان مہم کے لئے تیار ہو جاؤ۔

کمر گنڈ قدم تُل یہ دم چھوے غنیمت
سفر ز یوڈھ چھوے وتھ سکھر نوجوانو

[ترجمہ ۔ اے نوجوان کمر ہمت باندھ لے اور قدم اٹھا یہ نہ کہہ کہ آج نہیں
کل سے شروع کروں گا۔ جس وقت بھی تجھے معلوم ہو جائے کہ قوم اور وطن
کی آزادی کے لئے کس چیز کی ضرورت ہے۔ اسی وقت اپنا فرض
بجا لانا شروع کر دے کیونکہ زندگی کا ایک ایک لمحہ غنیمت ہے (منزل
مقصود تک پہنچنے کے لئے) سفر بہت لمبا ہے۔ اس کے لئے تیاریاں ابھی سے
شروع کر دے]

ہمارے سماج کے رہنما تعلیم یافتہ ہیں اور اچھی پوزیشن کے مالک ہوتے ہوئے
بھی کسی نہ کسی وجہ سے غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔ وہ نوجوانوں کو صحیح راستہ نہیں
دکھلا سکتے۔ اسلئے ہر ایک نوجوان کو خود اپنے فرائض کا احساس ہونا چاہیئے۔ شاعر ان کو

مخاطب ہو کر کہتا ہے :-

غور کر اے نوجوان بور پتن چھوے گو بان
دورِ زماں چھوے ہیوان سخت گوڈر امتحان
نندرہ تولن وال چان پانہ گمت مست خواب
انقلاب ان انقلاب انقلاب ان انقلاب

(ترجمہ - اے نوجوان (اپنے فرائض پر جو تجھ پر بحیثیت ایک انسان کے عائد ہیں غور کر اور بتا کہ) تجھے اپنا بوجھ کیوں بھاری معلوم ہوتا ہے (اسکو اٹھانے سے کیوں ہچکچاتا ہے) یاد رکھ کہ (اس طرح چھٹکارا نہیں ملیگا کہ تو اپنے فرائض سے دور بھاگے کیونکہ تو بھی اس سماج کا ایک فرد ہے جو بیدار ہے اس لئے سمجھ جا کہ) زمانہ سخت اور کٹھن امتحان لیتا ہے (تمہاری مزید بدقسمتی تو یہ ہے کہ) تجھے نیند سے جگانے والے (سچا راستہ دکھلانے والے) خود (عیش و عشرت - خود غرضی اور تنگ نظری کے) خواب میں مست پڑے ہیں - اس لئے اُٹھ (خود اپنی کوششوں سے) انقلاب کو پیدا کر انقلاب کو پیدا کر)

جو شاعر انسانیت، آزادی اور انقلاب کا پیغام لے کر آیا ہو اس کی باتوں کو سننے کے لئے مضبوط دل اور قوی دماغ کی ضرورت ہوتی ہے کیونکہ انقلابی راز کوئی معمولی بات نہیں کہ بغیر تیاری کے انکو سنا جا سکے اور سمجھا جا سکے اس لئے

آزادُن یہ معاز و سوز تازہ بتازہ وارہ بوز
مشعل تہ نار ژالہ ڈُن دِل تہ جگر تیار کر

(ترجمہ - آزاد کے یہ (انقلابی) گیت اور گانے اچھی طرح سننے کے لئے ایسا دل

اور ایسا جگر تیار کرو جو آگ اور شعلے (کڑوی سے کڑوی باتوں) کو بھی برداشت کر سکیں]

انسانیت - سچائی - انصاف - آزادی اور انقلاب کا پیغام تمام دلوں پر اثر کرتا ہے - انسان خصلتاً برا نہیں - حالات اور ماحول نے اسے ایسا بنا دیا ہے - اسکے خمیر میں حقیقت پسندی ہے - اس لئے جس وقت بھی کسی سچی بات سے انسان کا سابقہ پڑتا ہے وہ قبول کرنے پر تیار ہو جاتا ہے -

پڑکتھ و یہ انسانس پننس کیوہ بیگانس
ہندس نہ مسلمانس ونہ ہاتہ وُمن را وے

[ترجمہ - سچی بات کو ہر ایک شخص قبول کر لیتا ہے چاہے وہ اپنا ہو یا پرایا ہو - چاہے وہ ہندو ہو یا مسلمان لیکن (پسماندہ ماحول اور جہالت سے گھری ہوئی قوموں میں) یہ کہنا بھی وقت ضائع کرنا ہے]

شاعر جانتا ہے کہ یہ حالت ہمیشہ نہیں رہے گی ایک نہ ایک دن عوام اصل و نقل میں تمیز کرنے لگیں گے - ہم ابھی دولت کے پجاری ہیں - اسی لئے ہم پر نا اہل، کم ظرف، کوتاہ نظر اور پست فطرت لوگ حکومت کر رہے ہیں -

یوت کال چھ انسانہ سندے کھوتہ مول دیار
تیوت کال مہ پتھ راج کرہ محتاج گدامیون

[ترجمہ - جب تک (دنیا میں یا میرے وطن میں) انسانوں سے زیادہ قیمتی دولت ہے اس وقت تک مجھ پر محتاج گداگر (وہ شخص جو مجھ سے خیالات - عقائد - فلسفہ اور روحانیت کے لحاظ سے نیچے اور پیچھے ہے - فوقیت لے جائے گا -]

لیکن آزاد کو یقین کامل تھا کہ وہ دن بھی جلد آئیگا جب اسکا پیغام رنگ لائے گا جب وطن میں آزادی، مساوات، گیان، اخوت، اتحاد اور ترقی و خوشحالی کا دور دورہ ہو گا اور اسکی روح پکار اٹھے گی :-

جہانس تتنبہ لاوان میون دلبر جلوہ ہاوان دراو
پھولان دل چھم زلاں جگرک حباب آہستہ آہستہ

(ترجمہ - دنیا کو للچاتا ہوا میرا دلبر (مقصد اعظم) اپنا جلوہ دکھاتا ہوا ظاہر ہو گیا (خوشی سے) میرے دل کی کلی کھل رہی ہے - میرے جگر پر (مایوسی کا) جو بوجھ تھا وہ آہستہ آہستہ دور ہو رہا ہے)

تمام شد

(مطبوعہ یونین پرنٹنگ پریس نزد جامع مسجد، دہلی)

مصنف کی دوسری کتابیں

۱ آزاد کشمیر

۲ گاندھی ازم جناح ازم سوشلزم

۳ کشمیر کی کہانی

۴ کشمیر میں کسان مزدور تحریک

۵ کشمیر سے غداری (زیر طبع)

Inside Kashmir

Azad Kashmir

Truth about Kashmir

Whither India ?

Does India defend freedom or Fascism in Kashmir

Secularism in Kashmir

Plight of Minorities in Kashmir

Economic Chaos in Kashmir

Rise of communism in Kashmir

This Way to Freedom of Kashmir (under print)